سلسلہ ثانی

تیرہویں جلد

فسانہ لندن

ترجمہ مسٹرز آف لندن

مصنف

جارج ڈبلیو ایم رینالڈس



مترجم

تیرتھ رام فیروزپوری

پبلشرز

لال برادرس

۷ پارسنز روڈ نولکھا - لاہور

اشاعت ثانی

قیمت ۱۲/

فسانہ لندن

سلسلہ اول

مکمل اردو ترجمہ ۷ جلدوں میں

از منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری

رینالڈس کے ناولوں میں سب سے دلچسپ عبرت خیز اور سبق آموز ناول یہی ہے

قابل مصنف نے اس میں نیکی اور بدی کے دو راستے معین کئے ہیں اور دو نوجوان ایک ہی وقت میں ان دو سڑکوں پر ایک ہی منزل مقصود کامیابی کی طرف روانہ ہوتے ہیں پہلی دشوار گزار اور پرشور مقامات سے گزرتی ہے۔ مگر اس کے کنارے جابجا آسائش کی قرودگاہیں موجود ہیں دوسری سیدھی ہموار اور بظاہر شاداب مگر چلنے والے کے لئے ہر قسم کے خطرات سے پر ہے۔ مصنف یہ دکھانا چاہتا ہے کہ باوجود ہر قسم کی صعوبتوں کے نیکی کی شاہراہ ہی انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے میں کامیاب ہوتی ہے۔

یہ اس ناول کا خاص پلاٹ ہے۔ مگر جزوی طور پر اس قدر متنوع ایسے عجیب اور اتنے حیرت خیز کیریکٹر شامل کئے گئے ہیں کہ انسان پڑھتا ہے مگر سیر نہیں ہوتا۔ اور ایک بار شروع کرکے ختم کئے بغیر طبیعت کو چین نہیں آتا۔ غضب کا دلفریب ناول ہے۔ اور اس پر مصنف کی جادو بیانی اور شستہ طرز تحریر نے غضب کر دیا ہے۔

نیکی اور بدی۔ گناہ اور پاکبازی۔ افلاس و دولت کے بے شمار حیرت خیز نظارے پیش کئے ہیں اس کتاب کا ترجمہ بڑی محنت سے کیا گیا ہے۔ جو ہر لحاظ سے اصل عبارت مطابق ہے۔ مگر پھر بھی ترجمہ معلوم نہیں ہوتا۔ سینکڑوں اسناد خوشنودی موصول ہوئی ہیں۔

ضخامت ۴۰۰ - ۴۲۰ صفحوں سے زیادہ قیمت سیٹ ۵ محصولڈاک الگ۔

جدا جدا حصے بھی الگ خریدے جا سکتے ہیں حصہ اول کی قیمت عہ اور باقی ہر حصہ کی ۱۲ ر علاوہ محصولڈاک

لال بہادر سنز پارٹنرز نولکھا لاہور

سلسلۂ ثانی | تیرھویں جلد

فسانہ لندن

منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری

ایڈیٹر رسالہ ترجمان لاہور

سنہ ۱۹۲۲ء

لال برادرس

۷ پارسنز روڈ۔ نولکھا لاہور

پرکاش پریس لاہور میں باہتمام بابو مدن گوپال سنگھ پرنٹر چھپا

اشاعت ثانی | قیمت ۱۲ار | حقوق محفوظ



فہرست مطالب

سلسلہ ثانی

فسانہ لندن

تیرھویں جلد

باب ۱۲۰ — ۱۹ سال کے بعد

واقعات مذکورہ کو ۱۹ سال کا عرصہ گذر گیا۔

چند الفاظ کا یہ فقرہ کاغذ پر لکھ دینا کس قدر آسان ہے۔ دو مختصر سے ہندسے اور ایک چھوٹا سا لفظ۔ ان کی تحریر سے ناظرین کو سمجھا دیا گیا۔ کہ اب وہ ۱۹ سال بعد کے واقعات کا انتظار کریں۔ خیال فرمائیے واقعات کی تصنیف اور ان کے ظہور میں کتنا بُعد عظیم ہے!

۱۹ سال! بالکل ذرا سا جملہ... جسے ایک قطرہ سیاہی سے قلمبند کیا جا سکتا ہے.. جس کی تحریر کے لئے ایک انچ پرزہ کاغذ بھی بہت ہے... اور جسے لکھتے وقت ایک منٹ کا عرصہ صرف نہیں ہوتا... مگر اس کی بدولت ناولسٹ قریبًا رُبع صدی کے واقعات کو قلم انداز کر سکتا ہے۔

آہ! اس خیال کے آتے ہی بے اختیار دل کہتا ہے۔ ناول نگاری سراسر بے سود چیز ہے۔ ہماری بہترین تحریریں بھی خواہ وہ ظہورات فطرت سے معین مشابہ ہوں۔ حقیقت میں فطرت سے بعید ترین مشابہت نہیں رکھتیں۔ مذیلے حقیقت کے تلخ اور اصلی واقعات کے سامنے ہمارے نہایت بلند تخیل کی بھی کوئی ہستی نہیں۔

ناول نویس کو ان اشخاص پر جسے اس کا تخیل عالم وجود میں لانے کا موجب ہوا قطعی اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ اور وہ ان سے اپنی مرضی کے مطابق کام لے سکتا ہے۔ ایسا کرتے ہوئے اُسے اختیار ہے کہ سالہا سال کے عرصہ کو ایک مختصر سے جملہ کی بدولت گذرا ہوا تصور کرلے مگر اس عالم اسباب کے رہنے والوں کو وقت یا زمانہ کا تجربہ یہ ہے کہ اپنی اٹل رفتار میں وہ کسی کے کہنے سے نہ ایک پل بڑھ اور نہ ایک منٹ گھٹ سکتا ہے۔ فرضیات میں سالہاسال کو ایک جنبش قلم سے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ مگر حقیقت میں ایک لمحہ بھی اپنا اثر دکھلائے بغیر نہیں گذرتا۔

شاہان عظیم جنہوں نے اپنی ذات کو فوق الفطرت قرار دیا۔ اور جن کے شاندار تخت کے سامنے کروڑوں خلقت سربسجود ہوتی رہی ... جن کے ابرو کی جنبش سے عظیم الشان قومیں اس طرح تھراتی تھیں جیسے کسی خشمناک دیوتا کے قہر سے ... جنہوں نے کبھی غصہ میں آکر اپنے پاؤں کو سنگ مرمر کے فرش پر مارا تو ایسا معلوم ہوا کہ زمین تحت الثریٰ تک کانپ گئی ... ہاں ایسے مغرور اور ذی شان بادشاہ بھی وقت کے سامنے اتنے ہی بے بس تھے۔ جیسے کسی دیو کے ہاتھ میں بچہ۔ وہ اپنے اشارہ سے ہزارہا شخصوں کے سر اتروا سکتے تھے۔ مگر اتنا مقدور نہ ہوا کہ اپنے ایک بال کو سپید ہونے سے روکیں ... ان کے حکم سے ملکوں کے ملک خالی کئے جا سکتے تھے۔ مگر اتنا اختیار نہ تھا۔ کہ اپنی زندگی کے عرصہ کو ایک لمحہ کے بقدر طول دے سکیں!

وقت دنیا کے نہائت زبردست شہنشاہوں اور جبکہ ورتی راجاؤں سے بھی زبردست ہے۔ وقت ان جنگ جو اور شجاع سرداروں سے بھی قوی ہے۔ جو فتحمند فوجوں کو لیکر دنیا کے قطعات عظیم پر قابض ہوئے وقت اتنا سنگدل ہے کہ دنیا کے انتہا درجہ جابر حکمران کے دل پر ڈر ڈال لینا آسان ہے۔ مگر اس سے رحم کی درخواست کرنا غیر ممکن۔

ان لوگوں کے لئے جو بار الم میں دبے ہوئے ہیں جو مصیبت کی حالت میں اس یقینی خوشی کے منتظر ہیں جو زمانہ مستقبل میں ان کے حصہ میں آنے والی ہے۔ اور جس کی شعاع طلوع خورشید کی کرنوں کی طرح ذرا ذرا نظر آنے لگتی ہے۔ **وقت** ایک نہایت سست رفتار اور آہستہ خرام چیز ہے۔ . . انہیں اس کے پاؤں میں لوہے کی بیڑیاں پڑی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پر سیسے کے بنے ہوئے ہیں . . . مگر جو لوگ اس وقت خوش مگر زمانہ آئندہ کے مصائب کی نسبت تشویشناک ہیں۔ ان کے لئے **وقت** اتنا ہی سریع السیر اور صبا رفتار بن جاتا ہے۔ جیسے کوئی ننھا بچہ باغ میں اڑتی تتلی کے تعاقب میں۔ انہیں اس کی پرواز دنیا کے سب سے تیز اڑنے والے پرندہ سے بھی زیادہ تیز نظر آتی ہے۔

شریر النفس گنہگار آدمی بستر مرگ پر لیٹا ہوا دست تاسف ملتا اور چلاتا ہے "اے خدا تو ذرا سی مہلت دے۔ کہ میں اپنے گناہوں سے توبہ کر لوں" مگر **وقت** اس کی دردناک التجا کی بالکل پروا نہ کرتا ہوا کہتا ہے "بس تمہارا آخری لمحہ آ گیا" دوسری طرف ایک کمزور۔ نحیف اور دائم المریض شخص بار ہستی سے دبا ہوا۔ تھکا ماندہ۔ پریشان اور مضطرب . . جس کی تکلیف میں دمبدم تخفیف کی بجائے اضافہ ہو رہا ہے۔ ہاتھ جوڑ کر کہتا ہے "خداوندا موت دے کہ اس اذیت سے نجات ہو" مگر **وقت** اس ادنے سی خواہش پر بھی کان نہیں دیتا اور کہتا ہے "نہیں ابھی اور زندہ رہ!"

وقت جذبات اور حسیات سے عاری ایک غیر مادی چیز ضرور ہے مگر اس کا تلون نہایت خودسر۔ شوخ طبع۔ آسمان جہاں کو بھی شرماتا ہے جنہیں مارنا تھا ان کو بچاتا ہے اور جنہیں بچانا تھا۔ ان کو تلف کرتا ہوا یہ ظالم ایسے افعال کا مرتکب ہوتا ہے۔ جن کی کوئی وجہ۔ کوئی مدعا۔ کوئی مقصد ثابت نہیں ہوتا اس کی سب باتیں اس قسم کی ہیں کہ معلوم ہوتا ہے اسے تضاد اور بے ضابطگی میں ہی لطف آتا ہے۔

واقعات مذکورہ کو ۱۹ سال کا عرصہ گذر گیا۔ یہ ایک غیر معمولی اطلاع ہے۔ جو ہمیں اس باب کے آغاز میں درج کرنی پڑی۔

۱۹ سال! اس طویل عرصہ میں دنیا کے اندر کتنے عظیم انقلابات ظہور میں آئے کتنوں نے رنج اور کتنوں نے خوشی محسوس کی۔ کتنے آدمی بنے اور کس قدر بگڑ گئے اس کا اندازہ ناظرین خود کر سکتے ہیں۔

جزائر برطانیہ میں ان ۱۹ سال کے عرصہ میں تین حکومتیں قائم ہوئیں۔ اول جارج چارم کی۔ اس کے بعد ولیم چہارم اور سب سے آخر ملکہ معظمہ وکٹوریہ کی۔

ملک کے اندر اس عرصہ طویل نے جو پولیٹیکل تبدیلیاں پیدا کیں۔ ان پر بحث کرنا مورخوں کا کام ہے۔ مختصر یہ کہ بے شمار قدیم تعصبات کا خاتمہ ہوا۔ اور نئی اصلاحات رُو نما ہوئیں۔ قدیم موروثی امیر طبقہ کے متعلق لوگوں کے خیالات میں عظیم تبدیلی پیدا ہوئی۔ اور لوگ اس بات کو محسوس کرنے لگے۔ کہ درحقیقت امارت کا تعلق مال و دولت سے نہیں۔ بلکہ ذہنی قابلیت اور نیکی سے ہے۔

غرض واقعات مذکورہ کو ۱۹ سال کا عرصہ گذر گیا۔ اور اب ۱۸۴۶ء کی گرمیوں کے دن تھے۔

جولائی کا مہینہ تھا جب اس سرد ملک میں بھی آفتاب غیر معمولی تمازت سے چمکنے لگتا ہے۔ اور حصہ ویسٹ اینڈ کے بازاروں میں ہوا کے نہ چلنے اور ہجوم کی کثرت سے خلقت کا دم گھٹا جاتا تھا۔ سینٹ جیمز پارک کے اشجار کا پتہ تک نہیں ہلتا تھا۔ مگر باوجود اس گرمی اور حبس کے لندن کے اس فیشن ایبل حصہ میں جو سینٹ جیمز کے قدیم محل شاہی کے قرب میں واقع ہے۔ اور جس کے نام پر اس باغ کا نام سینٹ جیمز پارک رکھا گیا ہے غیر معمولی چہل پہل تھی۔ کیونکہ آج دوپہر کو ملکہ معظمہ ایک عالیشان دربار منعقد کرنے والی تھیں۔

پال مال کے بازار میں ہر دو اصناف کے خوش پوش لوگ غیر معمولی تعداد میں پھرتے نظر آتے تھے۔ اور مکانات کے دریچوں اور گیلریوں میں بے شمار مرد اور حسین عورتیں جمع تھیں۔ ان میں سے ہر ایک نے بہترین لباس پہنا ہوا تھا۔ بعض

کے اپنے مکانات تھے۔ اور بعض نے صرف آج کے دن کے لئے نشستیں کرایہ پر حاصل کر رکھی تھیں۔ کیونکہ ایسے موقعوں پر خلقت کی دلچسپی سے مالکان مکانات بھی پوری طرح فائدہ اٹھانا اپنا حق سمجھتے ہیں۔

حالات سے ظاہر تھا کہ آج کا دربار غیر معمولی ہوگا۔ یہ بھی معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس دربار میں کوئی نامور آدمی شریک ہونے والا ہے جس کے استقبال کیلئے اس دھوم کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ ان ہزارہا اشخاص میں جو بازاروں میں جمع ہو رہے تھے۔ نیز ان میں جو کھڑکیوں میں بیٹھے تھے۔ ہر ایک کی زبان پر یہی سوال تھا "کیا پرنس کا جلوس اس راستہ سے گذرے گا؟"

اس جگہ ہم اپنے ناظرین کو چند منٹ کے لئے اس جماعت کی طرف لیجانا چاہتے ہیں۔ جو ارل آف اینگھم کے قصر کی کھڑکیوں کے باہر گیلری پر جمع تھی۔ اس جماعت میں تین مرد اور تین عورتیں شامل تھیں۔

مردوں میں سے ایک نہایت شکیل۔ وجیہ اور شریف صورت تھا جس کی عمر ۵۰ سال کے قریب ہوگی۔ اس کے بشرہ سے نجابت اور فیاضی کے آثار ہویدا تھے۔ یہ ارل آف اینگھم تھا۔

اس کے قریب ایک معمر اور قابل احترام شخص تھا۔ جس کی عمر ۷۰ سال کے قریب نظر آتی تھی۔ اگرچہ اس کبر سنی کے باوجود اس کی چھوٹی آنکھیں ذہانت کی تیزی سے چمکتی تھیں۔ اس کے بھچے ہوئے ہونٹوں سے صاف ظاہر تھا۔ کہ اگرچہ وہ یہاں ایک پُرلطف جلوس کے تماشائی کی حیثیت میں کھڑا ہے مگر اس کے خیالات زیادہ تر طبی معاملات کی طرف لگے ہوئے ہیں۔ یہ شخص سر جان لیسلز انگلستان کا وحید العصر طبیب تھا۔ جسے ان خدمات عظیم کے صلہ میں جو اس نے علم طب کے متعلق سرانجام دیں "سر" کا خطاب دیا گیا تھا۔

تیسرا شخص ۲۵ سال کا نوجوان تھا۔ لانبا قد۔ کشادہ پیشانی۔ چہرہ سے شرافت اور نجابت کے آثار نمودار تھے۔ اور وہ ہر لحاظ سے اس حسینہ کی صحبت

سے کے لائق نظر آتا تھا۔ جو اس کے بازو پر جھکی کھڑی تھی۔ اور جس کا مفصل حال ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ اس نوجوان کا نام چارلس ہیٹ فیلڈ تھا۔ اور اگر ابھی سے کوئی صاحب اس کی شخصیت کو سمجھنے سے قاصر رہے ہوں تو ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ یہ وہی شخص ہے جس کا ذکر اس کے عالم طفلی میں چارلی واٹس کے نام سے پیشتر ہو چکا ہے۔

خواتین میں سے ایک کی عمر ۳۰ سال کے قریب تھی اور اس کا پاک اور ارفع عیسائی حسن اب تک برقرار تھا۔ اثرات زمانہ نے اس کے حسن کی رعنائی کو کم کرنے کی بجائے اور زیادہ پختہ کر دیا تھا۔ اس کے دانت اب تک موتیوں کی لڑیاں تھے۔ اس کی سیاہ غزالی آنکھوں میں اب بھی وہی مستی تھی۔ جو عنفوان شباب میں پائی جاتی تھی۔ بال لیلائے شب کی طرح سیاہ اور ریشم کی طرح ملائم تھے۔ اور ان میں اب بھی وہی چمک پائی جاتی تھی۔ جس کا ذکر ہم نے اس افسانہ کے چوتھے باب میں کیا تھا۔ کیونکہ جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ وہ استھر کونٹس آف اینگلم کے سوا اور کوئی نہیں۔

اس عجیب یہودن کے عین قریب جس نے شادی کے بعد بھی اپنے آبائی مذہب کو ترک نہیں کیا تھا۔ ایک اور خاتون بیٹھی محو گفتگو تھی۔ اس کا حسن اس جداگانہ طرز کا تھا جس سے جذبات میں حدت پیدا ہوتی۔ اور آنکھوں میں خسینہ گی آجاتی ہے۔ وہ ایسا حسن تھا۔ جسے دیکھنے والا اتنا وارفتہ ہوتا ہے کہ سن وسال کا سوال بالکل ہی نظر انداز ہو جاتا ہے۔ کیا یہ بتانے کی حاجت ہے کہ یہ خاتون لیڈی جارجیانہ ہیٹ فیلڈ تھی۔ جس کی عمر اگرچہ اب ۴۴ سال کے قریب تھی۔ مگر اس کی صورت سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ دور ہستی کی منزلوں کو طے کرتے ہوئے اس کے حسن نے صرف گرمائی اثرات کو قبول کیا ہے۔ کبرسنی کے پیش سرمائی اثرات اس پر مطلق ظاہر نہ تھے۔

اب ہمارے لئے صرف تیسری حسینہ کا ذکر باقی رہ گیا۔ جو اس وقت لیڈی ہیٹ فیلڈ کے فرزند کے بازو کے سہارے کھڑی تھی۔ سترہ سال کی عمر اور اٹھتی جوانی۔ اس پر اس حسن کا ورثہ جو استھر اور لارڈ اینگلم کے حصہ میں آیا تھا۔ غرض وہ حسینہ جو ارل اور استھر کی اولاد تھی۔ نہایت وجیہہ خوبصورت

اور بلا کی دلفریب تھی۔ لیڈی فرانسس اینگھم اس کا نام اور وہ اپنے والدین
کی اکلوتی بیٹی تھی۔ ارل اور استھر کی شادی ثامر کے قتل سے ایک
سال بعد یعنی ہماری داستان کے دورِ جدید سے ۱۸ سال پیشتر ہوئی تھی جس طرح
کتاب میں ہم نے استھر کے حسن کی جو کیفیت قلمبند کی تھی۔ وہ بڑی حد تک
لیڈی فرانسس یعنی اس کی دختر پر بھی صادق آتی ہے۔ وہی بلند اور روشن پیشانی
ویسا ہی غنچہ نما دہن۔ اور لب لعلین کے اندر ویسی ہی چمکدار موتیوں کی
دو لڑیاں اس کے بھی موجود تھیں۔ آنکھیں موٹی اور سیاہ اور قد
بہشتی پریوں کی طرح لانبا اور رعنا تھا۔ ہاں ایک اختلاف لیڈی
فرانسس اینگھم اور استھر میں پایا جاتا تھا۔ یعنی یہ کہ اول الذکر کے بال بھی اگرچہ
سیاہ تھے۔ مگر آخر الذکر کے بالوں سے کم۔ اس کی رنگت بھی استھر کی
رنگت سے زیادہ سپید تھی۔ اگرچہ اس سپیدی میں وہ دلفریب سُرخی جو صحت کا
نشان سمجھی جاتی ہے آمیز نظر آتی تھی۔

یہ جماعت تھی جو اس وقت ارل آف اینگھم کے مکان کی گیلری میں بیٹھی جلوس
گذرنے کی منتظر تھی۔ اس وقت تک کہ اس شخص کا جلوس جس کی آمد کے یہ سب
لوگ منتظر تھے۔ بازار سے گذرے۔ ہم چند ایسی تفصیلات کا بیان کرنا
ضروری سمجھتے ہیں جن سے ناظرین کو ۱۵ سال کے اس طویل وقفہ کے بعض ضروری
واقعات کا علم ہو جائے گا۔ جو ہماری داستان کے گذشتہ سین کے اختتام اور
موجودہ باب کے افتتاح کے درمیان حائل ہوا۔

ثامر کے قتل کے بعد عرصہ دراز تک ثامرین کی یہ حالت رہی کہ معلوم ہوتا
تھا۔ کسی ذریعہ سے تسکین نہیں دی جا سکتی۔ لیکن آخر کار اس کے قدرتی
طور پر حضیو طول اور قوی تر فطرت نے اپنا اثر ظاہر کرنا شروع کیا۔ اول الذکر
نے اس مصیبت کی مایوسی اور افسردگی کے خلاف جد و جہد کی۔ اور آخر الذکر
نے اسے بتایا کہ انسان کو اس دار المحن میں جس کا نام دنیا رکھا گیا ہے۔ ہر قسم
کی آزمائشوں کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اور اگر اپنی خاطر نہیں تو اپنے متعلقین
کی خاطر ضرور صبر و سکون سے کام لینا چاہیئے۔ سب سے زیادہ تسکین ریز فورڈ

کو اس وقت ہوئی۔ جب لارڈ ایلنگھم کی استھر ڈی تھینیا کے ساتھ شادی ہو گئی۔
کیونکہ اپنے بھائی سے اس فیاض دل شخص کو اتنی محبت تھی۔ کہ اس کی خوشی کو اپنی
خوشی اور اس کے غم کو اپنا غم سمجھتا تھا۔ اس کے بعد جوں جوں وقت گذرتا
گیا۔ ٹام رین میں اخراجات زمانہ سے جو آلام و آفات کی یاد محو کرنے کی سب سے
زبردست دوا ہے۔ پھر وہی فطری بشاشت عود کرنے لگی۔ حتیٰ کہ جب لیگا کا انتقال
ہوئے تین سال گذر گئے۔ تو اب ٹام رین ایک خاص تجویز کو جو ارل اس کے روبرو
وقتاً فوقتاً پیش کیا کرتا تھا۔ دلچسپی سے نہیں تو توجہ سے ضرور سننے لگا۔ ارل نے
رین فورڈ کو یاد دلایا کہ جارجیانہ ہیٹ فیلڈ نے ازراہ فیاضی تمہارے لئے
امیر الامرا سے معافی نامہ حاصل کیا۔ اور یہ کہ اب وہ تمہارے خلاف اپنے دل میں
کسی قسم کا جذبہ نفرت نہیں رکھتی۔ بلکہ اس لحاظ سے کہ تم اس کے بچہ کے باپ
ہو۔ وہ خوشی سے تمہارے ساتھ شادی کرنے کو آمادہ ہو جائے گی۔ ارل نے
اس شادی پر اس لئے بھی زور دیا۔ کہ اس صورت میں بچہ کو اپنے دونوں والدین
کے زیر حفاظت رہنے کا موقعہ حاصل ہوگا۔ چونکہ انہی ایام میں مسٹر ڈی تھینیا
کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس لئے یہ معاملہ کچھ عرصہ تک معرض التوا
میں رہا لیکن آخر ایک سال کا عرصہ گذرنے پر ارل کے دوبارہ اصرار پر
رین فورڈ رضامند ہو گیا۔ اور ضروری تیاریاں عمل میں لائی گئیں فیصلہ یہ ہوا کہ رین فورڈ
اپنے اصلی نام کو ترک کر کے ہیٹ فیلڈ کا نام اختیار کرے۔ یعنی آئندہ اس کا
نام ٹامس رین فورڈ کی بجائے ٹامس ہیٹ فیلڈ ہو۔ اور بچہ کو جوں جوں وہ بالغ ہوتا
جائے۔ یہ بات ذہن نشین کرائی جائے۔ کہ وہ رین فورڈ کا بھانجا ہے یہ بھی
فیصلہ ہوا کہ شادی کے بعد یہ جوڑا براعظم یورپ کے کسی ملک میں چند عرصہ کے
لئے آباد ہو جائے۔ غرض ان انتظامات کے مطابق رین فورڈ کی جسے ہم آئندہ
مسٹر ہیٹ فیلڈ ہی لکھیں گے۔ لیڈی جارجیانہ ہیٹ فیلڈ سے شادی ہو
گئی۔ اور یورپ کو جاتے وقت وہ بچہ کو بھی اپنے ساتھ لیتے گئے۔ جسے اب
وہ ہر شخص کے سامنے اپنا بھانجا ظاہر کرتے تھے۔ انگلستان سے روانہ
ہو کر یہ اٹلی میں چلے گئے۔ اور وہاں خلاف امید ۱۵ سال تک سکونت پذیر رہے چنانچہ

وہ اُن واقعات سے جن کا اب ہم ذکر کرتے ہیں۔ صرف چند ہی دن پیشتر لندن میں واپس آئے تھے۔ اس عرصہ دراز میں وہ تمام پُرجوش اور حیرت خیز حالات جو نام رین کے نام سے وابستہ تھے۔ لوگوں کے ذہن سے اتر چکے تھے۔ اب لندن کی سوسائٹی میں بہت ہی کم لوگوں کو معلوم تھا کہ خوش طبع شریف صورت مسٹر ہیٹ فیلڈ حقیقت میں وہی شخص ہے۔ جس کی ۱۹ سال پہلے انگلستان کے ہر حصہ میں دھاک تھی۔

مگر یہ سب جملہ معترضہ تھا۔ اب ہم اپنی داستان کے اصلی واقعات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

پال مال کے بازار کی رونق اب دمبدم زیادہ ہو چلی تھی۔ اور چونکہ بعض مشاہیر کی گاڑیاں بازار سے گذر کر قصر شاہی کی طرف جانے لگی تھیں۔ اس لئے ہجوم کی دلچسپی بھی دوبالا ہونے لگی تھی۔

ارل آف المنگھم کے مکان کی گیلری۔ جس جماعت کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ اس میں اب بڑی سرگرمی سے گفتگو ہو رہی تھی جس کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

سر جان لیسلز کسی قدر تلخ لہجہ میں کہہ رہا تھا "اب وہ صاحب جن کی دید کے لئے اتنا انتظار ہو رہا ہے۔ نمودار بھی ہونگے یا نہیں۔ قیامت تک انتظار میں رکھا جائے گا؟ دوست المنگھم! تم خوب آدمی ہو۔ کہ مجھے علمی مصروفیتوں سے چھڑا کر یہاں لے آئے۔ اور وہ بھی محض اس لئے کہ ایک غیر ملکی شہزادہ عنقریب اس بازار سے گذرنے والا ہے۔ بھلا میں اس کی صورت دیکھ کے کیا کروں گا؟"

ارل مسکرا کر کہنے لگا "ڈاکٹر صاحب ذرا سا تحمل اور فرمایئے۔ اس کے علاوہ جس شہزادہ کا آپ کو انتظار ہے۔ وہ غیر ملکی نہیں بلکہ وطنیت اور حقیقی شرافت کے اعتبار سے وہ برطانیہ کا سپوت ہے۔ میں نے آپ کو محض اس خیال سے تکلیف دی ہے۔ کہ غالباً آپ بھی اس نوجوان کی صورت دیکھنے کے مشتاق ہوں گے جس کا نام عصر حال کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔"

ڈاکٹر میسیلز اب کسی قدر نرم ہو گیا۔ اور بولا "خیر مضائقہ نہیں۔ میں اب صبر و تحمل سے انتظار کروں گا۔ اور چونکہ تم کہتے ہو۔ وہ شہزادہ جس کی آمد کا لوگوں کو اس درجہ انتظار ہے۔ دراصل ایک انگریز ہے۔۔۔"

"مگر ڈاکٹر صاحب کیا آپ کو اس شخص کی عظیم الشان کامیابی کا علم نہیں" تالمد نے جلدی سے کہا۔ "اگر آپ شہزادہ موصوف کے انگریز والدین کی اولاد ہونے کے متعلق کوئی مزید اطمینان چاہتے ہیں۔ تو لیڈی ہیٹ فیلڈ آپ کا اطمینان کرا سکیں گی۔"

"آپ سچ کہتے ہیں" جارجیانہ نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ "جن دنوں ہم اٹلی میں قیام پذیر تھے تو ہم نے اپنی آنکھوں سے اس انقلاب عظیم کو کامیاب خاتمہ تک پہنچتے دیکھا تھا جس کی وجہ سے شہزادہ مذکور کو شہرت اور عزت حاصل ہوئی۔ اور میں خوش ہوں کہ اثنائے قیام میں ہمیں شہزادہ موصوف اور اس کی بیگم سے جو ایک نہایت خوبصورت اور حلیم الطبع خاتون ہے۔ شرف ملاقات حاصل ہوا۔"

اتنے میں چارلس ہیٹ فیلڈ جو ایک بہت پُرجوش نوجوان تھا اور اس گفتگو کو شوق سے سُن رہا تھا۔ کہنے لگا "اب گویا شہزادہ موصوف پھر ایک بار اپنے وطن کو واپس آ رہے ہیں۔ اور دیکھئے ان کی عزت اور شہرت کی وجہ سے خلقت کس طرح ان کے استقبال کو جمع ہے۔ آہ! اس شخص کو یہ سوچ کر کتنی خوشی ہوتی ہوگی۔ کہ ایک وقت وہ تھا۔ جب میں ایک گمنام نامعلوم شخص کی حیثیت میں اس شہر بابل کی پُرپیچ گلیوں میں پھرتا تھا۔ اور کوئی مجھے پہچانتا بھی نہ تھا۔ یا آج یہ حال ہے کہ وہ اپنی خوبیوں اور کوششوں سے ترقی کی بلند ترین منازل پر پہنچ گیا ہے۔ اور ہزارہا خلقت محض اس کی صورت دیکھنے کو بےتاب ہے۔"

"عزیز چارلس تمہارا فقرہ خوب ہے" لیڈی ہیٹ فیلڈ بولی "ذرا بازار کی طرف دیکھو۔ ہر طرف انسانی سر ہی سر نظر آتے ہیں۔ اس مکان کے بالمقابل اور بازوؤں میں بے شمار عالی نسب خواتین اور امرا اس شخص کی صورت

دیکھنے کو جمع ہیں۔ بے شک چارلس تم نے بالکل بجا کہا۔ شہزادہ کو یہ دیکھ کر کتنی مسرت ہوگی۔ کہ ہر طبقہ کے بے شمار لوگ مجھے دیکھنے کو جمع ہوئے ہیں۔ اور سچ پوچھو تو جو معرکہ کے کام اس شخص نے کئے ہیں۔ اور جو خوبیاں اس میں پائی جاتی ہیں۔ ان کی وجہ سے اس کے اہلِ وطن اس کی ذات پہ جتنا بھی ناز کریں۔ بجا ہے۔"

چارلس ہیٹ فیلڈ پھر بولا۔ اور اب کی مرتبہ اس کا خطاب لیڈی جارجیانہ ہیٹ فیلڈ اور حسین دلکش لیڈی فرانسس الینگھم دونوں سے تھا۔ کہنے لگا "تاریخ میں بے شمار کارنامے ان دلیر مگر حریص و بدطینت اشخاص کے درج ہیں۔ جنہوں نے دوسروں کے حقوق غصب کئے۔ اور خود والیانِ حکومت بنے۔ لیکن اس نوجوان انگریز کی حالت ان سے بالکل مختلف ہے۔ فیاضی۔ روشن ضمیری اور نیکی کی بہترین مثال اس شخص کی ذات میں پائی جاتی ہے۔ ایک گمنام شخص کی حیثیت سے ترقی کر کے وہ بلند ترین منزل تک پہنچا ہے۔ مگر کبھی راست شعاری کو ہاتھ سے نہیں دیا غور کیجئے۔ کتنی شاندار ترقی ہے کہ وہ شخص جو چند سال پیشتر سادہ مسٹر رچرڈ مارکھم تھا۔ اب ہز رائل ہائی نس فیلڈ مارشل پرنس آف مونٹونی کا خطاب رکھتا ہے۔ اور نہ صرف کیسل سکالا کی فوج کا کپتان جنرل یعنی اعلیٰ فوجی افسر ہے۔ بلکہ تخت کیسل سکالا کا ولیعہد بھی ہے۔"

چارلس ہیٹ فیلڈ جو فطرتاً ایک پُرجوش نوجوان تھا۔ رچرڈ مارکھم[۵۱] کے شاندار دورِ زندگی پر غور کرتا ہوا ان فقرات کو زبان سے کہہ ہی رہا تھا۔ کہ فاصلہ سے خوش آمدید کے پُرجوش نعرے اس کے اور اس باقی جماعت کے کانوں تک پہنچے جو ارل آف الینگھم کے مکان کی گیلری میں موجود تھی آہستہ آہستہ یہ آوازیں قریب تر آتی گئیں۔ اور جس غیر معمولی جوش کے ساتھ یہ نعرے بلند ہو رہے تھے۔ اسے دیکھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ

۵۱ رچرڈ مارکھم کی حیرت نیز داستان اور اس کے دور ہستی کے مفصل حالات فسانۂ لندن سلسلہ اول میں درج ہیں جو ۸ جلدوں میں ختم ہوا ہے۔ ۸ جلدوں کی قیمت [illegible]

کبھی کسی بادشاہ کا بھی ایسا پُرتپاک خیر مقدم نہ ہوا ہوگا۔ جیسا کیسل سکالا کے اس بہادر کا ہوا۔

ہزارہا آدمیوں کے منہ سے یہی نعرے بلند ہو رہے تھے " پرنس آف مونٹونی زندہ باش!" " خدا رچرڈ مارکھم کو سلامت رکھے!" یہ آوازیں اس جوش کے ساتھ بلند کی گئیں کہ ان کی آواز فلک ہفتم تک پہنچی۔

اس کے بعد ذرا دیر میں ایک خوشنما چار اسپہ گاڑی بازار کے اس حصہ کی طرف آتی نظر آئی۔ جہاں ارل آف انگلکم کا مکان تھا۔ جس وقت چارلس ہیث فیلڈ نے اس شخص کی صورت دیکھی۔ جس کے متعلق اس کی تعریف پرستش کے درجہ تک پہنچی تھی۔ تو اس کا جوش اور زیادہ بڑھ گیا۔ اس سے پہلے بارہا وہ اس نوجوان شکیل پرنس کو صد رمقام کیسل سکالا کے قصر شاہی کے باہر چوک میں فوجوں کا معائنہ کرتے دیکھ چکا تھا مگر آج اپنے ملک میں اس کی اتنی عزت ہوتے دیکھ کر چارلس ہیث فیلڈ کا جوش حد انتہا سے بڑھ گیا۔

پرنس کے ساتھ اس کی گاڑی پر دو ایڈیکانگ بیٹھے تھے۔ اور اس وقت اس نے اپنے اعلیٰ فوجی عہدہ کے حسب حال وردی پہنی ہوئی تھی اس کے فراخ سینے پر کئی تمغے آویزاں تھے۔ اور اس کے ہاتھ میں وہ پر دار ٹوپی تھی۔ جسے اس نے برطانیہ کی فیاض، اور وسیع الخیال پبلک کی طرف سے اس قدر اظہار عقیدت ہوتے دیکھ کر ازراہ احترام سر سے اتار لیا تھا۔

ہز رائل ہائی نس پرنس موصوف اس وقت پورے شباب میں تھے عمر ۳۰ سال کے قریب۔ لمبے سیاہ اور قدرتی طور پر گھومے ہوئے بال اس فراخ پیشانی پر چھائے ہوئے تھے۔ جس پر اعلیٰ ترین ذہانت کا ستارہ چمکتا تھا۔ اور خوشنما سیاہ آنکھوں میں حقیقی مسترت و اطمینان کی جھلک نمودار تھی۔ پرنس کی اعلیٰ فوجی وردی بدن پر خوب ہی زیب دیتی تھی۔ اور جہاں کہیں یہ جلوس گذرتا۔ پرنس جو حلم و سخاوت کا مجسم نمونہ تھا۔ حاضرین کی طرف سے اظہار عقیدت دیکھ کر بے اختیار گردن جھکا لیتا۔

جس وقت پرنس کی سواری ارل آف اینگھم کے قصر کے بالمقابل پہنچی۔ تو اس کی آنکھیں گیلری کی طرف اٹھیں۔ اُس نے حسین وجمیل لیڈی ہیٹ فیلڈ اور جوشیلی طبیعت رکھنے والے چارلس کو دیکھ کر اس انداز سے سر جھکایا کہ معلوم ہوتا تھا۔ وہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا ہے۔ کیونکہ وہ ان سے قبل ازیں بارہا کیسل سکالا کے قصر شاہی میں مل چکا تھا۔

سر جان لیسلز اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا "بے شک آدمی بڑا شکیل اور مقبول صورت ہے۔ میں نے کبھی کسی چہرہ پر ذہانت کے ایسے بلند آثار نہیں دیکھے" پھر ذرا رُک کر اس نے معاملہ کے طبی پہلو پر غور کرتے ہوئے کہا۔ "اس کے سر کا نمونہ حاصل کرنے کے لئے میں زیادہ سے زیادہ خرچ برداشت کرنے کو تیار ہوں"

ارل اس کا کچھ جواب دینے کو تھا کہ یکایک کسی نے بازار سے یہ نعرہ بلند کیا "ارل آف اینگھم زندہ باش" اور اس کے بعد ہزارہا اشخاص نے مل کر باواز بلند یہی نعرہ لگایا۔ حتے کہ اس مشترکہ آواز سے ایک قسم کی گرج سی پیدا ہو گئی۔ درحقیقت انگلستان کی مزدور پیشہ جماعت میں رچرڈ مارکم پرنس آف مونٹونی اور آرتھر ارل آف اینگھم دونوں یکساں قابل عزت تھے ان میں سے ایک نے کیسل سکالا کو آئینی آزادی دلائی تھی۔ اور دوسرا ملک کے اندر اس جماعت کا زبردست حامی تھا۔

اب بازار میں ہر شخص کی زبان پر یہی نعرہ تھا "مارشل پرنس آف مونٹونی زندہ باش" "ارل آف اینگھم کے لئے تین چیرز" یہ آوازیں اس وقت تک سنائی دیتی رہیں۔ حتے کہ ایک طرف پرنس کی گاڑی قصر سینٹ جیمز میں داخل ہو گئی۔ اور دوسری جانب ارل بھی گیلری سے پیچھے ہٹ گیا۔

لیڈی فرانسس اینگھم اس نوجوان سے مخاطب ہو کر جو اس کے قریب تھا۔ اور جسے وہ لیڈی ہیٹ فیلڈ کا ہمشیرزادہ سمجھتی تھی۔ دبی آواز سے فکرمند لہجہ میں کہنے لگی "چارلس تم سرد آہیں کیوں بھرتے ہو؟"

نوجوان نے جواب دیا "پیاری فینی۔ میں یہ سوچ رہا تھا۔ کہ اگرچہ

میرے دل میں بھی پوری جدوجہد کر کے بام ترقی تک پہنچنے کی آرزو ہے۔ مگر غیر ممکن ہے۔ کہ مجھے کبھی اس قسم کا موقعہ حاصل ہو۔ جیسا پرنس آف مونٹونی کو شہرت اور ناموری حاصل کرنے کے لئے ملا۔"

حسین دوشیزہ ملامت آمیز لہجہ میں بولی "چارلس کیا تمہارے دل میں اس کے متعلق کسی قسم کا حسد پیدا ہوتا ہے۔ میں آج تک یہ سمجھتی تھی کہ تمہیں خطابات اور مراتب کی چنداں پروا نہیں۔۔۔"

"یہ درست ہے" چارلس ہیٹ فیلڈ نے جلدی سے کہا "بے شک مجھے خطابات کی پروا نہیں۔ مگر اس صورت میں کہ وہ موروثی ہوں۔ چنانچہ یہ بات میں تم سے بارہا درپردہ کہہ چکا ہوں۔ کیونکہ تمہارے والد کے سامنے جن کا خطاب موروثی ہے۔ میں اس قسم کا کلمہ زبان سے نکالنا معیوب سمجھتا ہوں۔ اس کے باوجود میں ان لوگوں کا مداح ہوں۔ جو اپنی کوششوں اور خوبیوں سے بلند ترین منازل تک پہنچیں۔ اور مجھے ان پر حسد تو نہیں البتہ رشک ضرور ہے۔ تم خود اس بات پر غور کرو۔ کہ انگلستان کی پبلک اپنے ملک کے آبائی امرا کا اس دھوم دھام سے کیوں استقبال نہیں کرتی؟ حالانکہ پرنس آف مونٹونی کو دیکھ کر ہر طبقہ کے لوگوں نے اس قدر اظہار مسرت کیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔"

جبکہ ارل آف اینگھم کے فراخ کمرہ نشست کے ایک حصہ میں یہ گفتگو ہو رہی تھی۔ خود ارل اس کے ایک اور حصہ میں اپنی بیوی اور لیڈی ہیٹ فیلڈ سے گفتگو میں محو تھا۔ کیونکہ جلوس کے گذر جانے پر یہ سب لوگ گیلری سے اٹھ کر اس جگہ آ گئے تھے۔ اور مسٹر جان لنیلز اس کمرہ سے رخصت ہو چکا تھا۔

لیڈی ہیٹ فیلڈ کے کسی سوال کا جواب دیتے ہوئے ارل نے کہا "ہاں مجھے معلوم ہوا ہے کہ پرنس کا ارادہ چند ہفتے لندن میں ٹھہرنے کا ہے۔ شہزادی اسابیلا اس لئے اس کے ساتھ نہیں آئیں کہ ان کے والد

گرینڈ ڈیوک البرٹ اور گرینڈ ڈچس ان کی جدائی برداشت نہیں کر سکتے۔ صبح کے اخبار سے معلوم ہوا۔ کہ پرنس اپنے آبائی مکان مارکھم پیلس میں ہی اقامت گزین ہوا ہے۔ جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔ اور جہاں اس کی عمر کا بڑا حصہ بسر ہوا۔ جارجیانہ صاحب جس طرح تم کہتی ہو۔ میں کل ہز رائل ہائی نس سے مل کر درخواست کروں گا کہ کسی روز میرے غریب خانہ پر قدم رنجہ فرما کر ماحضر تناول فرمائیں۔"

اتنے میں کونٹس آف اینگھم بولی "کیا بات ہے۔ جلوس کے وقت ٹامس ہمارے درمیان موجود نہ تھا"

لیڈی ہیٹ فیلڈ نے جواب دیا "پیاری استھر تمہیں معلوم ہے۔ کہ میرا شوہر خلوت اور تنہائی کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ اور جہاں ہجوم ہو۔ وہاں تو وہ اکثر نہیں جاتے" پھر اپنی آواز کو غیر معمولی طور پر دبا کر تاکہ اس کے الفاظ چارلس اور لیڈی فرانسس کے کانوں تک نہ پہنچ جائیں۔ جو اس کمرہ کے دوسرے حصہ میں گفتگو کر رہے تھے۔ وہ کہنے لگی "وہ کہتے ہیں۔ کوئی مجھے پہچان نہ لے۔ اور میری رائے میں اُن کا خیال درست ہے۔ کیونکہ اگرچہ ان واقعات کو کئی سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔۔۔"

لارڈ اینگھم جلدی سے قطع کلام کر کے کہنے لگا "مادام جارجیانہ گذشتہ واقعات کا ذکر جانے دو" اور اس کے بعد گفتگو کا رُخ بدلنے کی غرض سے وہ کہنے لگا۔ "دیکھو تو یہ دونوں کس شوق سے باتیں کر رہے ہیں" یہ کہتے ہوئے اس نے چارلس ہیٹ فیلڈ اور لیڈی فرانسس کی طرف اشارہ کیا۔

جارجیانہ کہنے لگی۔ "چارلس کی طبیعت کچھ عجیب قسم کی واقع ہوئی ہے۔ کچھ عرصہ سے وہ اس کی دھن میں ہے۔ کہ میں کسی ذریعہ سے دنیا میں شہرت اور ناموری حاصل کروں۔ میں بھی اس کے خیالات کی حوصلہ افزائی ضروری سمجھتی ہوں۔ کیونکہ اس کی خواہش بہر حال قابلِ مذمت نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے اس وقت لیڈی فرانسس اس سے کسی معاملہ پر بحث کر رہی ہے۔۔۔۔ دیکھئے۔ دونوں کس سرگرمی سے

محو گفتگو ہیں۔ کوئی غیر معمولی جذبہ ان کے اندر کشش رکھتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ ایک کو دوسرے سے بہت محبت ہے" یہ الفاظ کہتے ہوئے جارجیانہ نے فکر مند انداز سے اول کی طرف دیکھا۔ گویا یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ میرے اس فقرہ کا اس پر کیا اثر ہوا ہے۔

امیر موصوف نے کہا "جارجیانہ تم نے ایک ایسے معاملہ کا ذکر کیا ہے۔ جس سے مجھے اور میرے علاوہ میری پیاری اسکفر کو بہت خوشی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ اس معاملہ کی بنا پر ہم نے زمانہ آئندہ کی راحت کے متعلق کئی تجاویز سوچ رکھی ہیں . . . ."

"ہاں آپ بالکل درست کہتے ہیں" کونٹس آف ایلنگھم نے زوردار لہجہ میں کہا "چارلس اور میری دختر کا اتحاد ہم سب کے لئے غیر معمولی راحت و مسرت کا باعث ہوگا۔"

لیڈی ہیٹ فیلڈ اس انداز سے گویا گہرے جذبات اس کے سینہ میں تلاطم پیدا کر رہے ہوں۔ بولی " آرتھر میں تمہارا . . . اور اسکفر تمہارا بھی تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔ میری سب سے بڑی خواہش اب یہی ہے۔ کہ ان دونوں کی آپس میں شادی ہو جائے۔ جس دن ایسا ہوا۔ اسے میں اپنے لئے غایت درجہ باعث اطمینان سمجھوں گی مجھے اس غریب بچہ پر رحم آتا ہے۔ کہ مجھے حالات سے مجبور ہو کر اس کی ولدیت چھپانی پڑتی ہے۔ بارہا وہ مجھ سے پوچھتا ہے۔ ممانی میرے والدین کون تھے۔ اور کیا کام کرتے تھے؟ کیونکہ ہم نے اسے یہی کہہ رکھا ہے۔ کہ تمہارے ماں باپ تمہیں چھوٹی عمر میں ہی چھوڑ کر فوت ہو گئے تھے۔ اس طرح اس بچہ کو دھوکہ دینے سے مجھے واقعی سخت رنج ہوتا ہے۔ اور جب وہ مجھے جو اس کی ماں ہوں ممانی کہہ کر بلاتا ہے . . . ."

"جارجیانہ پیاری جارجیانہ۔ اس طرح اپنی طبیعت کو آزردہ نہ کرو" آرتھر نے لیڈی ہیٹ فیلڈ کا ہاتھ دباتے اور تسلی اور ملائمت کا لہجہ

اختیار کرتے ہوئے کہا۔
عین اس وقت چارجیانہ کے لبوں سے ایک جگر دوز چیخ نکلی اور وہ بے ہوش ہو کر کونٹس آف اینگھم کے بازوؤں میں گر پڑی۔ ارل نے دفعتہً پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ چارلس زرد رُو۔ . . پریشان اور مضطرب سامنے کھڑا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ وہ کسی مقصد کے لئے نشست گاہ کے اس حصہ کی طرف آیا تھا۔ جہاں ارل۔ کونٹس اور لیڈی سیٹ فیلڈ موجود تھے۔ اور چونکہ فرش پر موٹے۔ نرم قالین بچھے ہوئے تھے اسلئے اس کے قدموں کی آواز کسی کو سنائی نہ دی۔ اور قریب پہنچ کر اس نے یہ الفاظ سن لئے "مجھے سخت ہی رنج ہوتا ہے جب وہ مجھے جو اس کی ماں ہوں۔ ممانی کہہ کر بلاتا ہے۔ . . "
ان الفاظ کو سن کر چارلس چند منٹ کے لئے بالکل بے حرکت اور حیرت زدہ ہو کر کھڑا رہا۔ مگر پھر قوتِ گویائی حاصل کر کے ان ناقابلِ بیان جذبات کے زیر اثر جو اس کے سینہ میں پیدا ہوئے۔ وہ بے تحاشا آگے بڑھا۔ اور اپنی ماں کی چھاتی سے لگ کر جو اب تک بیہوش تھی۔ چلا کر کہنے لگا۔ "میری پیاری . . . اور قابلِ احترام مادر۔ آنکھیں کھولو . . . میری طرف دیکھو . . . "
"مادر!" لیڈی فرانسس نے بحد متعجب ہو کر باہستگی کہا۔ اس کا معصوم اور پاک دل اس عجیب اور حیرت خیز راز کی تہ تک پہنچنے سے سراسر قاصر تھا۔
"ہاں پیاری فینی" ارل نے اپنی دختر کو الگ ہٹا کر آہستگی اور تیزی سے کہا۔ "چارلس حقیقت میں مسٹر سیٹ فیلڈ اور لیڈی چارجیانہ کا بھانجا نہیں۔ بیٹا ہے مگر بعض اہم وجوہ سے جن کی نوعیت کو تم نہیں سمجھ سکتی ہو۔ اور جن کے متعلق کسی قسم کی دریافت ہی تمہارے لئے نامناسب ہوگی . . . "
"ابا جان میں اس معاملہ کی نسبت اس سے زیادہ جاننے کی خواہشمند نہیں جو آپ مجھے بتانا چاہتے ہیں" نوجوان حسینہ نے بڑے پُر محبت اور فرمانبردارانہ طریق پر کہا۔ "اطمینان رکھئے۔ آئندہ میں

اس قسم کا موقعہ نہ آنے دو نگی۔ کہ کسی کو معلوم ہو۔ میں اس واقعہ سے باخبر ہوں"
ارل نے مشفقانہ طریق پر اس کی شفاف پیشانی پہ بوسہ دیا اور کہا۔
"بیٹی تم بڑی ہی پیاری اور فرمانبردار لڑکی ہو"
اس اثنا میں معتمر کی کوشش سے لیڈی ہیٹ فیلڈ کو ہوش آچکا تھا۔ جب اس نے آنکھیں کھولیں۔ تو اپنے بیٹے کو چھاتی سے لگا لیا اور نہایت مدھم اور شکستہ آواز میں کہنے لگی" چارلس۔ آج تم میرے راز سے خبردار ہو گئے ہو۔ یہ ایک ایسا راز تھا۔ ۔ مگر نہیں۔ میں اس کی کیفیت تمہیں پھر کسی موقعہ پر بتاؤں گی۔ اس وقت رنج و راحت کا اشتراک میرے دل میں اتنا اضطراب پیدا کر رہا ہے۔ ۔ ۔"
چارلس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ رہے تھے۔ کہنے لگا
"اماں جان اپنی طبیعت کو سکون دیجئے۔ مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ آپ میری مادر ہیں۔ اس سے زیادہ جاننے کی مجھے ضرورت نہیں۔ میں ہرگز ہرگز آپ سے زمانہ ماضی کی نسبت کوئی سوال نہ پوچھوں گا۔ میرے لیے زمانہ حال کی مسرت اور زمانہ مستقبل کی امیدیں ہی کافی ہیں"
"غریب لڑکا" لیڈی ہیٹ فیلڈ نے اُسے زور سے چھاتی کے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔" آج میرے دل سے ایک بھاری بوجھ اُٹھ گیا۔ ۔ ۔ آج میں حقیقی سرچشمہ مسرت سے جرعہ کش ہوئی ہوں۔ ۔ ۔ افسوس کہ میں نے آج تک تمہیں اسبابات سے بے خبر رکھا۔ کہ تم میرے بیٹے ہو۔ ۔ ۔"
اُس نے چارلس کو اور بھی زیادہ زور سے چھاتی سے لگایا۔ اور بار بار اس کی پیشانی اور رخساروں پر بوسے دینے لگی۔ اس موثر نظارہ کو دیکھ کر کونٹس اور لیڈی فرانسس کی آنکھوں سے بھی خوشی کے آنسو بہہ رہے تھے۔ یہاں تک کہ ارل کو بھی اپنے جذبات چھپانے کے لئے دوسری طرف کو منہ پھیر لینا پڑا۔

باب ۱۲۱ مسٹر ہیٹ فیلڈ

اس اثنا میں سر جان لیسلز اس کمرہ سے رخصت ہو کر ارل آف البنگھم کے شاندار قصر کی لائبریری میں پہنچ چکا تھا۔ جہاں اس کا دوست مسٹر ہیٹ فیلڈ سابق نام رین پہلے سے موجود تھا۔

مسٹر ہیٹ فیلڈ کی عمر ۵۵ سال کے قریب تھی۔ اور اثرات زمانہ نے اس میں کئی تبدیلیاں پیدا کر دی تھیں۔ اس کے دانت اب بھی ویسے ہی خوشنما تھے۔ جیسے عالم شباب میں ہوا کرتے تھے۔ اور ان خوشنما دانتوں کا ہی یہ اثر تھا۔ کہ نکتہ چین دیکھنے والا اس کے موٹے ہونٹوں کے نقص کو نظر انداز کر دیتا تھا۔ البتہ ان لبوں سے خوشی کے وقت ہنسی کی جو آواز نکلتی تھی۔ وہ اتنی پر زور نہ ہوتی تھی۔ جتنی اس زمانہ میں جب اول مرتبہ ہمارے ناظرین اس سے روشناس ہوئے۔ اس میں فربہی کا نقص تو پہلے بھی نہ تھا۔ مگر اب وہ نسبتاً دبلا ہو گیا تھا۔ اگرچہ اس کے باوجود اس کا قد بدستور سیدھا تھا۔ بدن مضبوط اور خوب گٹھا ہوا تھا۔ اوقات سکون بالخصوص تنہائی میں اس کے چہرہ پر افسردگی کی ہلکی سی جھلک نمودار ہو جاتی۔ اور بعض وقت زمانہ ماضی کو یاد کر کے وہ آہ سرد بھی کھینچا کرتا تھا۔

یہ تبدیلیاں تو قدرت نے اس کے اندر پیدا کر دی تھیں۔ مگر ان کے علاوہ بعض تبدیلیاں ایسی تھیں۔ جو اس نے خود اپنے اندر پیدا کیں۔ اور ان کا اثر یہ ہوا۔ کہ کوئی شخص ۱۸۴۶ء کے سنجیدہ خیال مسٹر ہیٹ فیلڈ کو دیکھ کر ہرگز یہ اندازہ نہ کر سکتا تھا کہ ۱۸۲۷ء کا خوش مذاق اور بے فکر نام رین یہی ہے۔ اب وہ اپنے سر کے بالوں اور گلمچھوں کو خضاب کرتا تھا۔ اور لباس بھی بالکل سیاہ پہنتا تھا۔

مگر کیا وہ خوش تھا؟ ہاں۔ اس افسردگی کے سایہ اور آہ سرد کے باوجود جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے وہ ایک حد تک خوش تھا۔ اس کی فطرت میں خوشی اور بے فکری اس درجہ موجود تھی۔ کہ اسے بالکل ہی مٹایا نہ جا سکتا تھا۔ اگرچہ اسے

تھا۔ اس نے ملک کے مزدور پیشہ مردوں اور عورتوں کی حالت زار کا نقشہ پیش کرنے اور ان کی حالت پر زور دینے میں دریغ نہیں کیا۔ حالانکہ مختلف گورنمنٹوں نے جو یکے بعد دیگرے اس ملک میں برسر حکومت آتی رہیں۔ ان کوششوں سے کبھی کسی ہمدردی کا اظہار نہیں کیا۔ لبرل اور کنسرویٹو یعنی وگس اور ٹوری دونوں جماعتوں نے میرے بھائی کے ساتھ یکساں سرد مہری کا سلوک کیا ہے۔ اس نے ملکی اور قومی بہتری کے متعلق بے شمار تجاویز پیش کیں۔ مگر ان سب کی بڑے زور سے مخالفت کی گئی۔ اور جب کبھی اس کے اصرار پر کوئی ذرا سی رعایت عمل میں لائی گئی۔ تو ظاہر کیا گیا کہ ایک غیر معمولی اصلاح ظہور میں آئی ہے۔ جو پہلے کبھی [illegible] بلکہ خاص رعایت ظاہر کی گئی ہے۔ لیکن اگرچہ آرتھر باوجود عظیم کوششوں کے گورنمنٹ کو اس بات پر آمادہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوا کہ مزدور پیشہ طبقہ کی اصلاح۔ بہتری اور ترقی عمل میں لائی جائے۔ تاہم اس کی کوششوں کا ایک فائدہ ضرور ہوا ہے۔ یعنی یہ کہ لوگوں میں اپنی حالت کے متعلق بیداری پیدا ہو گئی ہے۔ اور وہ جاننے لگے ہیں کہ ہمارے پولیٹکل حقوق کیا ہیں۔ [illegible] قدامت پسند امرا۔ اراضی داروں اور زمانہ قدیم کی لکیر کے فقیروں [illegible] نے اس کی کوششوں کو ناکام [illegible] دیا۔ تاہم آرتھر نے ہمت نہیں ہاری۔ اور وہ ہر قسم کی مخالفتوں کا مقابلہ بڑی گرمجوشی سے کرتا رہا ہے۔ بددلی اور مایوسی کو کبھی اس نے پاس تک نہیں آنے دیا۔ اور لوگوں کی حمایت میں [illegible] لیتے ہوئے اس نے بڑی ہمدردی سے ان خرابیوں کی پردہ دری کی ہے۔ جو قدیم نظام حکومت اور [illegible] سے تعلق رکھتی ہیں۔ [illegible] انگلستان کے لاکھوں مزدور اس بات کو جانتے ہیں کہ اس نے ہمارے لئے کس زور کی جدوجہد کی۔ اور لوگ اسے اپنا حامی کار سمجھ کر اس کی پرستش کرتے [illegible] اور [illegible] پسند ہے۔ لیکن جس وقت فرانس و بیشتر لوگ اس کا نام [illegible] سے فخر [illegible]

میں شامل کر رہے تھے۔ جس سے مونٹو نی کی ضیاؤں کے نیچے بزور شمشیر کیپل سکالا کو آزادی دلائی۔ تو قدرتی طور پر اس کے دل میں بھی فخر کا احساس پیدا ہو گیا ہوگا۔"

اس طویل تقریر کو سنکر سر جان لیسلز کہنے لگے" دنیا میں کسی ایسا تدبّر اور سچے محب الوطن کے لئے اس سے زیادہ صلہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ عام خلقت اس کی مرہون منت ہو۔ اور اس کے نام پر فخر کرے۔ اس کو یقیناً ان نعروں سے خوشی حاصل ہوئی ہوگی اور سچ پوچھئے۔ تو جو اس وقت ہجوم کی طرف سے بلند ہو رہی تھی۔ وہ صدق دل سے تعلق رکھنے کے باعث یقیناً مسرت بخش تھی۔ مگر اس کے ساتھ ہی میں خوب جانتا ہوں۔ کہ جس وقت اس گیلری میں نمودار ہوا۔ تو اس کی ہرگز یہ خواہش نہ تھی۔ کہ لوگ اس کے نام پر اس طرح نعرے بلند کریں اور اصل واقعہ یہ ہے کہ جب لوگ اس کا نام بلند آواز سے لے رہے تھے تو وہ کھڑکی کے پردوں کے پیچھے چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔ باقی رہا پرنس وہ یقیناً ایک بڑا شکیل اور وجیہ نوجوان ہے . . ."

"کیپل سکالا والے تو اس کی پرستش کرتے ہیں" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے زوردار لہجہ میں کہا "اور ان کا دلی عندیہ یہ ہے کہ جب کبھی گرینڈ ڈیوک الیگزو کا انتقال ہو تو تخت و تاج پرنس ہی کے حوالہ کیا جائے"

"کیپل سکالا کے صدر مقام ہی میں غریب جیکب سمتھ نے انتقال کیا تھا کیا یہ درست ہے؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"ہاں تو احاطہ مونٹو نی میں" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے جواب دیا "وہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے۔ اسے یہ معلوم کر کے کہ بجمن یونز میرا باپ ہے آتم بھاری صدمہ ہوا۔ کہ وہ اس سے جانبر نہ ہو سکا۔ اس کے علاوہ یونز نے جس خوفناک حالت میں جان دی۔ اس سے اس غریب نوجوان کا غم اور بھی دوبالا ہو گیا۔ اس دن کے بعد جیکب سمتھ ہر وقت افسردہ اور پژمردہ نظر آتا تھا۔ اور اگر کبھی اس کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے۔ تو صرف اس وقت جب ہم نے سنا۔ کہ مس میاں بیوی خاطر خواہ حالت میں ہیں۔ اگرچہ اطلاع بھی اس کی مغلوب طبیعت کو فرحت دینے سے قاصر رہی۔ چھ سال تک

وہ بڑی افسردگی اور پژمردگی کی حالت میں رہا۔ اور اگرچہ ہم اس عرصہ میں برابر سیر و سیاحت کرتے رہے۔ اور آئے دن نئے نظارے دیکھنے میں آتے تھے تاہم یہ سب باتیں اس کی طبیعت میں کوئی نمایاں تبدیلی پیدا نہ کرسکیں حتےٰ کہ آخرکار اس غریب نے اس انقلاب عظیم سے چند سال پیشتر رحلت کی جس کی بدولت رچرڈ مارکھم نے کیسل سکالا کو آزاد کیا۔ اور خود پرنس کے رتبہ تک پہنچا۔ ہم نے اُسے دریائے فیرٹی کے کنارے پر ایک خوشنما قبرستان میں دفن کیا۔ اور اُس ملک کے رواج کے مطابق اس کی قبر پر ایک صلیب نصب کردی۔"

"غریب لڑکا" ڈاکٹر نے ازراہ تاسف کہا۔" وہ ہمیشہ مریض صورت رہتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے جب اُسے اپنی ولدیت کا خوفناک راز معلوم ہوا۔ تو اس کا صدمہ اس کے لئے ناقابل برداشت ثابت ہوا۔ ۔ ۔ مگر ہاں مجھے یاد آیا۔ کیا آپ کو وہ خطوط مل گئے۔ جن کا آپ کو مختلف اصحاب کی طرف سے انتظار تھا؟"

مسٹر ہیٹ فیلڈ جلدی سے کہنے لگا "میں سمجھ گیا۔ آپ کا اشارہ کن خطوط کی طرف ہے" پھر وہ چند خطوط کی طرف دیکھ کر جو اس کے سامنے رکھے ہوئے تھے۔ کہنے لگا "ان لوگوں کے متعلق خطوط میرے سامنے موجود ہیں۔ اور ان سے پایا جاتا ہے کہ سپلنٹ یونائیٹڈ اضلاع متحدہ امریکہ میں کاشت کرتا ہے۔ اور اُس نے گذشتہ ۱۵ سال کا عرصہ اپنے سابقہ جرائم کی توبہ و استغفار میں بسر کیا ہے۔ وہ اگرچہ مالدار نہیں۔ مگر گذارہ لائق روپیہ پیدا کرچکا ہے۔ امریکہ میں اُس کی شادی ایک اور کاشت کار کی دختر سے ہوگئی ہے۔ اور اُس کے بطن سے کئی بچے ہیں۔ اس نے ان بچوں کو نیکی اور اخلاق کی تربیت دی ہے۔ اور میں یقینی طور پر کہہ سکتا ہوں۔ کہ وہ اس دن کو یاد کرکے خوش ہوتا ہے جب اُسے تہ خانہ کی تاریکی میں خوفناک ایام حراست بسر کرنے پڑے۔"

سر جان لیسلز نے کہا "آپ نے اس کی نسبت پیشگوئی بھی کم و بیش انہی لفظوں میں کی تھی۔ خوشی کی بات ہے۔ کہ وہ پیشگوئی صحیح ثابت ہوئی۔"

مسٹر ہیٹ فیلڈ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "اب میں جو شوا ہیٹ فیلڈ کا ذکر کرتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب آپ کو یاد ہو گا۔ کہ میں نے اسے اور اس کی بیوی میبل کو اڈی ی سٹون لائٹ ہوس کا منتظم کرا دیا تھا وہاں یہ دونوں چھ سال تک رہے۔ جس کی اطلاع میں نے اس زمانہ میں آپ کو بذریعہ تحریر دی تھی۔ ۔ ۔"

"ہاں اور اس کے بعد آپ نے لکھا تھا۔ کہ میں نے انہیں بھی نو آباد کار کی حیثیت میں کینیڈا کو بھیج دیا ہے" مسز جان لیسلز نے کہا "وہاں آپ کی تحریر کے بموجب وہ بڑے آرام کی زندگی بسر کرتے رہے۔ اور میری رائے میں ان کی تازہ ترین مراسلت ہر لحاظ سے اطمینان بخش ہو گی"

"جی ہاں۔ وہ ہر طرح فارغ اور مسرور ہیں" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے جواب دیا "کوبیک میں ان کی دوکان خوب چلتی ہے۔ اور انہوں نے کئی سو پونڈ بچائے ہیں۔ پیٹر نے اپنے خط میں لکھا تھا۔ کہ میں نے یہاں پہنچکر یہ سبق سیکھا ہے۔ کہ محنت کی کمائی ہی سب سے شیریں ہوتی ہے اس کے خط سے معلوم ہوا کہ اُسے اپنی بیوی سے بے حد محبت ہے۔ افسوس صرف اس بات کا ہے۔ کہ ان کی کوئی اولاد نہیں"

"اور جنس ۔ ۔ ۔ ان میاں بیوی کا کیا حال ہے؟ کیا وہ اب تک سینٹ پیٹر کی بندرگاہ میں مقیم ہیں؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"جی ہاں وہ اب تک گورنسی کے صدر مقام میں آباد ہیں" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے جواب دیا "جنس نے اپنی چٹھی میں لکھا تھا کہ میری بیوی کی صحت خراب ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ اسے جیکب سمتھ کی موت کی خبر سنکر سخت صدمہ ہوا۔ زیادہ تر اس لئے کہ وہ اپنے دل میں یہ امید رکھتی تھی۔ کہ زمانہ آئندہ میں میں اسے اپنے پاس رکھا کروں گی۔ افسوس ہے کہ اس کی یہ امید پوری نہ ہوئی"

ڈاکٹر نے کہا "میرے خیال میں خود جنس کو اب تک یہ معلوم نہیں ہوا کہ وہ اس کی بیوی کے بطن سے اولاد نرینہ بیٹا تھا۔ چنانچہ مجھے یاد ہے

کہ آپ نے ایک بار مجھ سے ذکر کیا تھا۔ کہ آپ نے مسٹر ہارڈنگ کی معرفت مسٹر جنس کو جو ہدایت بھیجی تھی۔ اُسے پیش نظر رکھتے ہوئے اس نے بنجمن بونز کیساتھ اپنے ناجائز تعلق کو ہمیشہ اپنے شوہر سے مخفی رکھا؟"

"ہاں اور خود آپ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ کوئی ایسی بات ظاہر کرنا میاں بیوی میں کشیدگی پیدا کرنے کے سوا کوئی مفید اثر پیدا نہ کرسکتا" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے کہا۔ "وہ کسی طرح ہارڈنگ کو معلوم ہوگیا تھا۔ کہ جیکب سمتھ کی نسبت مسٹر جنس کی دلی خواہشات کیا ہیں۔ چنانچہ اپنے خطوط میں وہ مجھے ان خواہشات کی اطلاع دیتا رہا۔ لیکن میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ اگر فرشتۂ اجل جیکب سمتھ کو عالم شباب میں اس جہاں سے نہ لے جاتا۔ تو مجھے چھوڑ کر وہ بہر حال کہیں جانا منظور نہ کرتا۔ میرے ساتھ اسے اتنی محبت تھی۔ کہ وہ اپنی ماں کے پاس جانے کے لئے بھی میرا ساتھ نہ چھوڑتا۔"

"اور کیوں بھلا جیفریز کا کیا ہوا؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"وہ اس بات سے خوش ہے کہ پچھلی گرمیوں میں وہ ہیکنی سے لورپول چلا گیا۔ ۹ سال تک اس نے اپنی دوکان واقع ہیکنی میں جو روپیہ کمایا تھا۔ اس کی بدولت اب اسے لورپول میں ایک عمدہ تجارتی دوکان کھولنے کا موقعہ مل گیا ہے۔ اور اس دوکان میں اس کا کاروبار بہت خوش اسلوبی سے چل رہا ہے۔"

سر جان لیساٹر کہنے لگا۔ "غرض اولڈ ڈنیخہ کے سوا باقی ہر شخص کے معاملہ میں آپ کو بدمعاشوں کی اصلاح میں پوری کامیابی ہوئی۔ جیسا کہ آپ نے مجھے بتایا تھا۔ ڈنیخ مارش نے جزیرہ آلڈرنی میں بحالت سکون انتقال کیا۔ اور باقی جو زندہ ہیں۔ سوسائٹی کے قابل قدر رکن سمجھے جا سکتے ہیں۔"

اتنا کہہ کر ڈاکٹر اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور وہاں سے رخصت ہوا۔ اس کے جاتے ہی ارل آف انیگنشم تیسے کمرہ میں داخل ہوکر اس طرح بااحتیاط دروازہ بند کرلیا۔ گویا وہ کوئی اہم اور پُراسرار معاملہ بیان کرنا چاہتا ہے۔

اُسے کمرہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ کر مسٹر ہیٹ فیلڈ آگے بڑھا۔ اور کہنے لگا "آرتھر معلوم ہوتا ہے تم کوئی منحوس خبر لے کر آئے ہو۔"

"نہیں تاس وہ خبر جو میں لیکر آیا ہوں منحوس تو نہیں" ارل نے جواب دیا "اگرچہ اس کے باوجود بہتر ہوتا۔ ۔"

"خیر کیا مضائقہ ہے جو بات ہو کہہ ڈالئے التوا میں نہ رکھئے۔ ۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ چارلس۔ ۔ ۔ تمہارے بیٹے نے۔ ۔"

"کیا اس نے اپنی ولدیت کا راز معلوم کر لیا ہے؟" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے پوچھا "میں سمجھ گیا۔ غالباً تم یہی اطلاع دینے کے لئے آئے تھے۔" یہ کہہ کر ہیٹ فیلڈ حالت اضطراب میں کمرہ کے اندر ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔ اور پھر یکایک رُک کر اور اپنے بھائی سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "مگر آرتھر یہ واقعہ کیونکر پیش آیا؟"

ارل نے سارا واقعہ من وعن بیان کر دیا۔ اور اس مختصر لیکن پُر اثر گفتگو کو بھی نظرانداز نہ کیا۔ جو اس کی اپنی بیٹی لیڈی فرانسس کے ساتھ چارلس ہیٹ فیلڈ کی پیدائش کے راز کے متعلق ہوئی تھی۔

ساری کیفیت سُن کر ہیٹ فیلڈ کہنے لگا "جو کچھ ہوا اس کے لئے مجھے بہرحال افسوس نہیں ہے۔ جلد یا بدیر یہ حقیقت میرے بیٹے۔ ۔ ۔ میرے پیارے بیٹے پر ظاہر ہونی لازم تھی۔ اور چونکہ اس راز کو اب بھی دنیا اور ان شخصوں سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے جنہیں ہم اس سے خبردار کرنا نہیں چاہتے۔ ۔ ۔"

"خود سرجان لیسلز کو اس کا علم نہیں" آرتھر نے قطع کلام کر کے کہا۔ "یہ راز صرف ہمارے خاندان کے لوگوں کو ہی معلوم ہے۔ اور ہمارے بھیا نہ کی عزت ہر طرح محفوظ سمجھی جا سکتی ہے۔ کوئی شخص اس کی نسبت بدگوئی کی جرأت نہیں کر سکتا۔"

"شکریہ۔ پیارے بھائی اس اطمینان کے لئے ہزار بار شکریہ" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے کہا "اور اب تم جا کر میرے بیٹے کو یہاں بھیجدو تاکہ وہ مجھے باپ سمجھتا ہوا مجھ سے ہمکنار ہو۔ مگر آرتھر دروازہ سے نکلا ہی تھا کہ آواز دیکر۔ ۔

لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا "اس سے اس بارہ میں کوئی کیفیت بیان نہ کرنا کہ اب تک اس کی پیدائش کا راز کس لئے محفوظ رکھا گیا۔ بلکہ خود اس سے لے دینا کہ وہ اس بارہ میں کسی قسم کی تحقیقات نہ کرے۔ اور اپنا استعجاب دبائے رکھے۔"

ارل آف اینگلسی نے کہا "میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اُسے حقیقت حال سے خبردار کرنے کا ناگوار موقعہ پیش ہی نہ آئے گا" اور اتنا کہہ کر وہ بھی کمرہ سے باہر چلا گیا۔

دو منٹ تک مسٹر ہیٹ فیلڈ اس کمرہ میں بحالت اضطراب ادھر ادھر پھرتا رہا۔ اس کی پریشانی کا باعث یہ تھا۔ کہ وہ اپنے بیٹے کی جوشیلی طبیعت کو اچھی طرح جانتا ہوا اس اندیشہ کو محسوس کرتا تھا۔ کہ اگر اس کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو گیا کہ میری ولادت ناجائز تھی تو اس کا اس پر بہت ہی ناگوار اثر ہو گا۔

وہ اپنے دل میں سوچنے لگا "دروغ گوئی سے مجھے فطرتاً نفرت ہے لیکن اس کے ساتھ ہی میں اس کے روبرو اس کی پیدائش کی صحیح کیفیت ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں اس کے سامنے یہ تسلیم نہیں کر سکتا۔ کہ اس کی ولادت اس شرمناک جرم کا نتیجہ تھی۔ جو مجھ سے عالم حماقت میں سرزد ہوا۔ نہ میں اسے اس بات کا موقعہ دے سکتا ہوں۔ کہ وہ اپنی ماں کی عصمت پر شبہ کرے۔ لیکن اگر میں خاموش رہا۔ تو یقینی طور پر چارلس کے دل میں اپنی ماں کے خلاف افسوسناک شبہات پیدا ہو جائیں گے۔ اور یہ بات مجھے ہرگز منظور نہیں۔ کہ وہ اپنے بچہ کی نظروں میں ذرا سی بھی خفت محسوس کرے۔ افسوس! کتنی مشکل کا سامنا ہے! ہائے! میں نے کس حماقت اور ناعاقبت اندیشی سے یہ کہہ دیا۔ کہ مجھے اس راز کے انکشاف کا چنداں افسوس نہیں!"

عین اس وقت دروازہ کھلا اور چارلس اپنے باپ سے بغلگیر ہونے کے لئے تیزی سے قدم اٹھاتا اندر داخل ہوا۔

مسٹر ہیٹ فیلڈ نے کھلے بازوؤں سے اس کا استقبال کیا چند منٹ

تک دونوں خاموش رہے۔ ہر ایک اپنے جذبات میں اتنا محو تھا کہ ایک بھی لفظ کسی کی زبان سے نہ نکلا۔

آخرکار پہلے چارلس میں ہی طاقت گویائی بحال ہوئی۔ اور وہ کہنے لگا "میرے لئے یہ امر بڑا ہی موجب فخر ہے کہ آج میں اول مرتبہ آپ کو "والد" کے متبرک نام سے مخاطب کرسکتا ہوں۔ مگر ابا جان۔ مجھے اس سوال کے لئے معاف فرمائیے۔ آپ اس واقعہ سے ناخوش تو نہیں ہیں۔ جس سے مجھے یکایک معلوم ہوا ۔ ۔ ۔"

"چارلس ۔ ۔ ۔ میرے عزیز بیٹے" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے قطع کلام کرکے کہا۔ اور اب اس کے لہجہ سے پورے استقلال کا اظہار ہوتا تھا "تم سمجھ سکتے ہو۔ کوئی ایسی ہی اہم وجوہ ہوں گی۔ جن کے باعث مجھے اور تمہاری ماں کو تمہیں اس رشتہ کے متعلق جو تمہارے اور ہمارے درمیان قائم ہے۔ مغالطہ میں رکھنا پڑا۔ کیا تمہارے لئے یہی جاننا کافی ہے کہ تم ہماری اولاد ہو؟ یا کیا تم اس بارہ میں کیفیت طلب کرنا چاہتے ہو کہ آجتک ہم نے تمہیں اپنا بھانجا کیوں ظاہر کیا؟"

"آہ! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لارڈ ڈانگھم نے مجھے اپنے ساتھ اس طرف لاتے ہوئے جو کچھ کہا وہ بالکل درست تھا" چارلس نے پریشانی کے انداز سے کہا۔ مگر اس کے بعد فوراً ہی اس اضطراب پر غالب آکر وہ کہنے لگا۔

"ابا جان آجتک آپ کا سلوک میرے ساتھ انتہا درجہ ملاطفت آمیز رہا ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ میں آپ سے آپ کی رازداری کی کیفیت طلب کروں۔ نہیں پیارے ابا! مجھے کسی قسم کی کیفیت درکار نہیں۔ میں ہر معاملہ میں آپ کے احکام کی تعمیل فرض جانتا ہوں"

"فیاض نوجوان" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے کہا "اگرچہ آئندہ بھی سردست لوگوں کی نظروں میں تم میرے بھانجے ہی رہو گے۔ تاہم میں تمہیں اپنا بیٹا سمجھ کر بیٹوں کا سلوک کروں گا۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ میں مالدار ۔ ۔ ۔ بہت مالدار ہوں۔ اور میری اور تمہاری ماں کی جتنی بھی جائداد ہے وہ سب

تمہارے لئے وقف شدہ ہے۔"

"ایک لفظ . . . اباجان صرف ایک لفظ" چارلس نے کہا "میرے دل میں صرف ایک سوال پوچھنے کی خواہش ہے۔ مگر یہ لب اس سوال کو ادا نہیں کرسکتے . . . دل اس سوال کو پوچھنے کی جرأت نہیں کرتا . . ."

"کہو وہ کیا سوال ہے؟" مسٹر ہیٹ فیلڈ کہنے لگا "میں ایک حد تک سمجھ گیا ہوں تمہارا سوال کیا ہے۔"

"اباجان میں صرف ایک معاملہ کی نسبت آپ سے سوال کی اجازت چاہتا ہوں۔ اور وہ بھی اس لئے کہ میرے دل میں جو طرح طرح کے اندیشے پیدا ہو رہے ہیں وہ ختم ہو جائیں۔ بلا سے میں تلخ صداقت کو فوراً ہی سننا منظور کروں گا۔ مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ میں حالت التوا کی صعوبتیں برداشت کروں۔" پھر وہ بڑھتی گرمجوشی سے کہنے لگا "بہرحال یہ نہ خیال فرمایئے کہ اس ایک سوال کی دریافت کے بعد میرے دل میں آپ کی محبت یا احترام ایک شائبہ بھی کم ہوگا۔ میں اپنے والدین کو اس سوال کے تلخ جواب کے بعد بھی ویسی ہی عزت کی نگاہ سے دیکھتا رہوں گا جیسے اس حالت میں کہ . . . کہ میری والدہ . . ."

"بیٹا تم اپنے شبہات کو رفع کردو" مسٹر ہیٹ فیلڈ نے قطع کلام کرکے کہا "تمہاری ماں عفت اور پاکبازی کا فرشتہ ہے۔ اور میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ اس سے آج تک کسی گناہ . . . کسی کمزوری کا اظہار نہیں ہوا۔"

"یعنی میری پیدائش پر کسی طرح کا داغ نہیں ہے؟" چارلس نے دھڑکتے ہوئے دل سے جواب کا انتظار کرتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل نہیں" اس کے باپ نے غیر معمولی کوشش سے کہا اگرچہ نوجوان نے اپنے جذبات میں اس بات کو محسوس نہیں کیا۔

"میں اس کے لئے خدا کا شکرگذار ہوں" چارلس نے مسٹر ہیٹ فیلڈ کا ہاتھ بڑی گرمجوشی سے دباتے ہوئے کہا "بس اس سے زیادہ مجھے کچھ جاننا درکار نہیں۔"

باب ۱۴۲ مسٹر فرینک ڈاٹسن کپتان اور میڈبس

ٹیکلسیری اُس پرپیچ گلی کا نام ہے جو چیپ سائڈ سے چلکر والبروک کی طرف جاتی ہے۔ اور یہ گلی ان ڈھابوں یا ادنےٰ درجہ کی کھانا کھانے کی دکانوں کے لئے مشہور ہے۔ جہاں شہری لوگ ۱۵ پنس میں "ارزاں اور سادے" اصول پر ایک وقت کا کھانا کھا سکتے ہیں۔ مثلاً دس پنس میں گوشت کی پلیٹ، اگرچہ وہ گوشت بالکل معمولی قسم کا ہوتا ہے، دو پنس میں پورٹ شراب کا گلاس۔ ایک پینی کے ابلے ہوئے آلو۔ ایک پینی کی روٹی اور ایک پینی خادم کو بطور ٹِپ۔

جس وقت کوئی بھلا مانس ان مقامات میں سے کسی ایک میں داخل ہوتا ہے تو اس جگہ کا خادم یا ویٹر میلا تہ بند باندھے میلا ہی تولیہ کندھے پر ڈالے تیزی سے قدم اٹھاتا خیر مقدم کے لئے آتا ہے۔ اور خوراک کی جو چیزیں مہیا کی جاسکتی ہوں۔ ان کی فہرست کو ویسی ہی تیزی کے ساتھ ناقابل فہم طریق پر سناتا ہے۔ جیسے عدالت انصاف میں کسی ممبر جیوری یا گواہ کو حلف دیتے وقت کیا کرتے ہیں۔

جس روز واقعات مذکورہ لندن کے حصہ ویسٹ اینڈ میں ظہور پذیر ہو رہے تھے۔ دو جنٹلمین ٹیکلسیری کے ایک ایسے قہوہ خانہ میں داخل ہوئے۔ اور ان بے شمار چھوٹی میزوں میں سے ایک کے قریب آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ جو اس کمرہ میں موجود تھیں جن پر میلے کپڑے بچھے ہوئے تھے۔ اور ان کے اوپر چھریاں کانٹے۔ نمکدان۔ مصالحہ کے بکس اور سرکہ کی شیشیاں سخت بے ترتیبی کی حالت میں بکھری ہوئی تھیں۔ اگرچہ ظاہر یہ کیا جاتا تھا۔ کہ انہیں سہ پہر کا کھانا کھانے والوں کے انتظار میں سجا کر رکھا گیا ہے۔

یہ دو اصحاب جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ کرسیوں پر بیٹھے ہی تھے کہ ویٹر اس تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا ان کی طرف گیا۔ گویا اس کی تیزی رفتار پر کسی کی زندگی اور موت کے سوال کا دارومدار ہو۔ اور اس بات کی پروا نہ کرتے ہوئے کہ ہر دو اصحاب میری طرف متوجہ بھی ہیں یا نہیں اس نے ان "الوان نعمت" کی

فہرست گنوانی شروع کی۔ جو اس وقت باورچی خانہ میں موجود تھیں۔ چنانچہ اس نے کہا "بھنا ہوا گوشت۔ اُبلا ہوا گوشت۔ بھنی ہوئی ران۔ اُبلی ہوئی ران۔ مٹر کا شوربہ۔ مچھلی اور گوشت کا مرکب۔ گوشت کا سنبوسہ۔ اُبلا ہوا بھیڑی کا گوشت اور سبزی۔ ساگ۔ گوبھی۔ فرمائیے صاحبان ان میں سے کیا کیا چیز حاضر کی جائے؟" مگر یہ الفاظ اُس نے وقفہ دے کر نہیں کہے۔ بلکہ اس روانی کے ساتھ کہتا گیا کہ معلوم ہوتا تھا۔ یہ سارا ایک ہی جملہ ہے یا شائد یہ سب چیزیں یکجا ملا کر تیار کی گئی ہیں۔

اس فہرست کے سنائے جانے کے بعد نو واردوں میں سے اُس شخص نے جو عمر میں نسبتاً چھوٹا تھا۔ دوسرے سے پوچھا "کیوں یار۔ تم بتاؤ کیا طلب کیا جائے؟"

"یسوع کی قسم! اور میں تو اُبلی ہوئی ران اور مٹر کا شوربہ سب سے زیادہ پسند کرتا ہوں" اُس نے بزور جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ڈیشہ کی طرف قہرآلود نظر سے دیکھا۔ گویا اسے جتلانا چاہتا تھا۔ کہ خبردار کوئی غیر ضروری بات نہ ہو حالانکہ وہ غریب آنحضرت کی شان میں کچھ کہنے کی جرأت ہی نہ رکھتا تھا۔

"بہت اچھا جناب" ڈیشہ نے کہا "اُبلی ہوئی ران اور مٹر کا شوربہ" یہ الفاظ اس نے زور سے چلا کر کہے۔ تاکہ اس نوجوان لڑکی کے کانوں تک پہنچ جائیں۔ جو ایک اندرونی کمرے میں تھی۔ اور جس کا فرض کھانے کی چیزوں کو باورچی خانہ سے منگا کر باہر بھیجنا تھا۔

"اور یہی میرے لئے" آئرش کپتان کے دوست نے کہا۔

"یہی ایک اور صاحب کے لئے" ڈیشہ نے پھر چلا کر اسی جوان لڑکی کو مخاطب کر کے کہا۔ اور پھر پوچھنے لگا "کیوں جناب ایل شراب یا سٹوٹ؟"

"ایک پائنٹ پورٹر میرے لئے" جنگجو کپتان نے زور سے کہا۔

"اور میرے لئے زرد ایل" اس کے دوست نے جواب دیا۔

"ایک پائنٹ پورٹر اور ایک پائنٹ زرد ایل دو صاحبان کے لئے"۔ ڈیشہ نے بدستور چلاتے ہوئے کہا اور پھر پوچھنے لگا "کیوں صاحب سبزی

روٹی وغیرہ بھی کچھ چاہیئے؟"
"روٹی اور ساگ" آئرش کپتان نے کہا۔
"روٹی اور آلو میرے لئے" اس کے ساتھی نے جواب دیا۔
"ایک روٹی! ایک پلیٹ ساگ! ایک پلیٹ آلو دو صاحبان کیلئے" ویٹر نے پھر چلا کر کہا۔
اندر کمرہ میں جس جوان لڑکی کے کانوں تک یہ آوازیں پہنچانا مطلوب تھا۔ وہ ان احکام کو ایک پائپ کے راستہ باورچی خانہ میں پہنچا رہی تھی۔ ویٹر اور اس خادمہ کی آوازوں میں فرق یہ تھا۔ کہ اول الذکر کا لہجہ قدرتی تیز اور چڑچڑاہٹ آمیز تھا۔ مگر آخر الذکر کا مصنوعی اور سخت لاپروائی کا۔
قبل اس کے کہ کھانے کی وہ چیزیں جو طلب کی گئی تھیں۔ باورچی خانہ سے اس کل کے ذریعہ دوسرے کمرہ میں پہنچیں۔ جو دونوں مقامات کے درمیان کام کرتی تھی۔ ہم اپنے ناظرین کو یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ بلکسبری کے اس مقام میں داخل ہونے والے دونوں اصحاب ہمارے قدیم دوست کپتان ولبنڈرس اور مسٹر فرانسس کرٹس تھے۔ اگرچہ اغلب ہے کہ ناظرین نے اس تعارف سے پہلے ہی انہیں پہچان لیا ہوگا۔
ان میں سے جنگجو آئرش کپتان کی عمر اب ۴۶ سال کے قریب تھی۔ اور اگرچہ مرور زمانہ سے اس کے سر کے بال بڑی حد تک جھڑ گئے تھے۔ چندیا بالکل گنجی ہوگئی تھی۔ اور مونچھیں اور گلپچھے چاندی کی طرح سپید تھے۔ تاہم اس کی صورت اب بھی اتنی ہی خوفناک تھی جیسی کسی زمانہ میں ہوا کرتی تھی۔ اور طبیعت کی گرمجوشی میں بھی کسی طرح کا فرق نہیں آیا تھا۔ وہ اب تک ویسا ہی خوفناک کپتان ولبنڈرس تھا۔ جیسا پہلے ہوتا تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر ڈویل لڑنے کے لئے آمادہ اور ہمیشہ کی طرح پوتین کا دلدادہ۔ اس کا بدن اب بھی اتنا ہی اینٹھا ہوا تھا۔ جیسے عالم شباب میں۔ اور اس کا فوجی کوٹ جس پر بے شمار فیتے لگے ہوئے تھے۔ اور اس پر کئی فوجی نشانات نمایاں تھے۔ ٹھوڑی تک بٹن کیا ہوا تھا۔ کپتان کی کمر میں کسی طرح کا خم نمودار نہ ہوا تھا۔ اور اگرچہ اس انیس سال کے عرصہ میں وہ سابق کی نسبت کسی قدر موٹا ہوگیا تھا۔

تاہم اس کی جسمانی طاقت بدستور قائم تھی۔
فریڈرک کرٹس کی عمر اب ۴۳ سال کے قریب تھی۔ اس کا جسم بھی بھرا ہوا تھا۔ لیکن چہرہ کے پھول جانے کے باوجود اس پر آج سے چوتھائی صدی پیشتر ڈھٹائی اور خودپسندی کے جو آثار نمودار تھے۔ ان میں ذرا فرق نہیں آیا تھا۔ طریق و اطوار اب بھی ویسے ہی تھے۔ جیسے اس وقت جب آخری مرتبہ ہم نے اس کا ذکر کیا۔ اس کی فضول خرچی کی عادات میں بھی ذرا فرق نہیں آیا تھا۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ کہ اب وہ سابق کی نسبت زیادہ دریدہ دہن اور مبالغہ آرا بن چکا تھا۔ لباس اب بھی بدستور بھڑکیلا پہنتا تھا۔ اور اسے عجیب و غریب وضع کی ٹوپی میں خاص لطف حاصل ہوتا تھا۔ اس کی واسکٹ کی خصوصیت یہ تھی۔ کہ ایک گز کپڑے میں دنیا بھر کے مختلف رنگوں کے نمونے دیکھے جا سکتے تھے۔

لیکن ایک راست گو مورخ کی حیثیت میں ہمیں اس بات کا بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ کپتان اور مسٹر کرٹس کی اس ظاہرداری کے باوجود جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا۔ دونوں میں کثافت اور فلاکت کا ایک خاص اثر نمودار تھا۔ جسے نہ تو اول الذکر کا گستاخانہ رویہ اور نہ آخرالذکر کی مصنوعی خودپسندی دبا سکتی تھی۔ دونوں کی صورت سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ بدنزیوں۔ ٹوپی فروشوں یہاں تک کہ دھوبیوں کو بھی ان پر اعتماد نہیں رہا۔ کیونکہ ان کے کپڑے پھٹے ہوئے اور قمیص کے کالر بالکل میلے تھے۔ ہم نے کالروں کا ذکر خصوصیت سے اس لئے کیا ہے کہ کپتان کے کوٹ اور مسٹر کرٹس کی ڈبل بریسٹ واسکٹ کے اندر سے ان کے اندرونی پارچات کا صرف یہی حصہ نظر آتا تھا۔

جب ویٹر کو کھانا لانے کا حکم دیے ہوئے قریباً ڈیڑھ منٹ کا عرصہ گذر گیا تو تنگ مزاج افسر نے چلا کر آواز دی "ویٹر"

"آیا حضور ۔ ۔ ۔ حاضر ہوا" ویٹر نے دور سے آواز دی۔ اور یہ کہتے ہوا

وہ ایک اور سمت میں چلا گیا۔

"یسوع کی قسم!" کپتان نے بڑے زور سے میز پر مکا مار کر کہا جس کی وجہ سے نمکدان، مصالحہ کی ڈبیا اور چھری کانٹے میز پر ناچنے لگے "کیا آج تمہارا ابلا ہوا ران کا گوشت اور مٹر کا شوربہ آئیگا بھی یا نہیں؟"

"ابھی حاضر کرتا ہوں" ویٹر نے جو ہرچند کہ بہت گھبرایا ہوا معلوم ہوتا تھا، بڑے سکون کے ساتھ کہا۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے۔ کہ کتنی بھی جلدی ہو۔ ہوٹلوں کے ویٹر اضطراب کا اظہار نہیں کرتے۔

"بدمعاش کے بچے!" کپتان نے گرج کر کہا "اگر تم نے سات سکنڈ کے اندر کھانا میز پر نہ رکھا تو میں کھال ادھیڑ دوں گا"

"بہت اچھا جناب" ویٹر نے جواب دیا۔ اور یہ کہتے ہوئے وہ چلا۔ اور نو واردوں کی تواضع میں لگ گیا۔

"فرانس کے ہوٹلوں کی خوبی یہ ہے کہ جس وقت کوئی چیز طلب کرو۔ اسی وقت وہ گویا جادو سے حاضر ہو جاتی ہے" فرینک کرٹس نے اس قدر بلند آواز سے کہا کہ حاضرین کو معلوم ہو جائے۔ "یہ صاحب کسی زمانہ میں فرانس میں رہ چکے ہیں۔ [illegible] جن دنوں میں پیرس میں تھا... کپتان تمہیں یاد ہوگا۔ میں گورنمنٹ [illegible] کی طرف سے ایک خفیہ مشن پر وہاں گیا تھا..."

"یسوع کی قسم! اور مجھے یہ بات اچھی طرح [illegible]" کپتان نے فرینک کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا "[illegible] جب میں نے اپنی تلوار اور [illegible] ترکوں کے [illegible] ماتحتان ترکی سے [illegible]"

"درست ہے" فرینک نے [illegible] کر رہا تھا..."

مگر اس کا فقرہ نامکمل ہی رہا۔ کیونکہ اتنے میں ویٹر نے [illegible] لاکر رکھ دیئے۔ اور کپتان [illegible] ان میں [illegible]

کی پیالیاں ایک روٹی۔ ایک پلیٹ ساگ اور ایک پلیٹ آلو کی حاضر ہے۔ جیسا آپ نے حکم دیا تھا"

اب کپتان اور مسٹر کرٹس تیزی سے ان چیزوں کو کھانے لگے۔ اور خاموشی کے مختصر وقفہ کے بعد جس میں یہ چیزیں غیر معمولی تیزی رفتار کے ساتھ میز سے ان کے پیٹ میں غائب ہوتی رہیں۔ آخر الذکر آگے جھک کر اپنے دوست سے آواز دیا کر کہنے لگا "یہ بھی ہماری خوش قسمتی تھی کہ رستہ میں ہمارا دوست سٹائلز مل گیا۔ اگر وہ ایک پونڈ قرض نہ دیتا۔ تو شائد آج خالی پیٹ ہی رہنا پڑتا"

"یسوع کی قسم! اور تم بالکل سچ کہتے ہو" جنگجو افسر نے اسی طرح دبے لہجہ میں کہا "مگر تم نے آج سہ پہر کو مسٹر سٹائلز سے کہاں ملنے کا وعدہ کیا تھا؟"

"ایک چھوٹے سے نفیس شراب خانہ میں جہاں نشست کی جگہ بہت عمدہ ہے۔ اور جہاں شراب بھی اعلیٰ درجہ کی دستیاب ہوتی ہے" مسٹر کرٹس نے جواب دیا۔

کپتان کہنے لگا "میرے دوست سچ تو یہ ہے۔ اصلی پوٹین سے بڑھ کر اس دنیا میں کوئی نعمت نہیں۔ اور یسوع کی قسم! میں امید کرتا ہوں۔ تمہارا دوست مسٹر سٹائلز ضرور کسی چیز سے ہماری تواضع کرے گا۔ کیونکہ طاقتوں کی قسم! کسی کام کے لئے تیار ہونے سے پہلے حوصلہ مضبوط کرنے کیلئے اس کی بہت ضرورت ہوتی ہے"

مسٹر کرٹس نے زرد ایل کا گلاس ختم کر کے چٹخارے لیتے ہوئے کہا "یار کپتان یہ سٹائلز بھی بڑے ہی مزے کا آدمی ہے۔ خدا تمہیں برکت دے۔ یہی وہ شخص ہے جس نے لنڈن اور پیرس کے درمیان غبارہ بازی کی کمپنی قائم کی تھی۔ اور اس کی شاخیں ڈوور اور کیلے میں قائم کی تھیں"

جنگجو افسر نے پوچھا "پھر وہ کمپنی کامیاب کیوں نہ ہو سکی؟"

فرینک سرسری طور پر کہنے لگا "محض اس لئے کہ اسے کامیاب

ہونے کے لئے قائم کیا ہی نہ گیا تھا۔ مدعا یہ تھا کہ لوگوں کو عیارے اور عیارہ بازی کا سامان دکھا کر روپیہ پیدا کیا جائے۔ اور اخبارات نے بھی اس معاملہ پر خوب ہی لکھا تھا۔ جب تک معاملہ نیا نیا رہا۔ سٹالمز ایک شلنگ فی کس فیس داخلہ مقرر کر کے کم و بیش پانچ پونڈ یومیہ کماتا رہا۔ میں کیا بتاؤں۔ وہ کتنا ہوشیار آدمی ہے۔۔ لیکن میرے خیال میں اب وقت ہے۔ کہ ہم اس سے ملنے چلیں۔ کیونکہ اگرچہ اُسے سردست کوئی خاص مصروفیت نہیں۔ تاہم وہ ہر وقت اپنے آپ کو غیر معمولی طور پر مصروف ظاہر کیا کرتا ہے۔ اور وہ ملاقات کے لئے جو وقت مقرر کرے۔ اس سے ایک منٹ بھی زیادہ انتظار نہیں کرتا۔ اس ذریعہ سے اس نے اپنے آپ کو ایک کاروباری اور عین الوقت آدمی مشہور کر لیا ہے۔"

"ویٹر" کپتان اولیٹڈ ربس نے زور سے آواز دی۔

اس نے جواب دیا "جناب حاضر ہوا۔" اور پھر تیزی سے چلتے ہوئے میز کے قریب آ کر کہنے لگا "فرمائیے کیا چیز درکار ہے؟"

"کچھ نہیں یہ بتاؤ حساب کتنا بنتا ہے؟"

ہوٹل کے خادم نے جلد جلد مختلف رقوم گن کر خرچ کی میزان پیش کی اور فرینک نے ایک پونڈ۔ جو اس کا سارا سرمایہ تھا۔ اس شان کے ساتھ میز پر ڈال دیا۔ گویا کوئی جانے۔ اس کے پاس بہت سے ایسے سکے ہیں۔ اور لسے ان کے خرچ کی ذرا پروا نہیں۔ پھر جب ویٹر نے خرچ وضع کر کے بقایا واپس کیا۔ تو فرینک نے چھ پنس اس کو بطور ٹپ دیئے۔ اس فیاضی کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اس وقت اگرچہ مختلف اطراف سے کئی لوگ ویٹر کو بلاتے تھے۔ مگر وہ ان کی طرف سے بالکل لاپروا ہو گیا۔ وہ اپنے نزدیک سب سے ضروری فرض یہی سمجھتا تھا۔ کہ ان دونوں اصحاب کو دروازہ تک چھوڑ آئے۔

وہاں سے رخصت ہو کر کپتان اولیٹڈ ربس اور مسٹر فرینک کرٹس ایک دوسرے کے بازو میں بازو ڈالے جیپ سائڈ کی طرف روانہ ہو گئے اور

وہاں پوچھ سکے لحظہ بیاں ہو و کیہ کر آخر انہوں نے کہنے لگا "او ہو! ابھی ہمارے پاس کافی وقت ہے۔ کیونکہ صرف دو ہی بجے ہیں۔ اور ہم نے سٹائفز سے فسلیٹ سٹریٹ سے تمام تر تین تین بجے ملتا ہے۔ ان حالات میں کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس طرح تیزی سے چلیں گویا دیوانی کے پیادے ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں"

"یسوع کی قسم! او پیادوں کا ذکر کرتے ہوئے مجھے یاد آگیا کہ ہم نے بیکر سٹریٹ میں ان بدمعاشوں کی خوب ہی گت بنائی تھی"، جنگجو افسر نے اتفاقاً کو یاد کرتے خوش ہو کر کہا "مگر اسے تو زمانہ گزر گیا۔ ۲۰ سال کا . . . یا شاید ۱۵ سال سے اوپر عرصہ گزر گیا ہو گا"

"ہاں اور تمہیں یہ بھی تو یاد ہو گا کہ جب مجھے عدالت دیوالہ کے ان بڈھے خمار آلود کمشنروں سے کچھ عرصہ کے لئے جج نے قید خانہ میں بھیج دیا تو وہاں ہمارا وقت کس مزے میں بسر ہوا تھا" کرٹس نے کہا۔

"مقدس دسپٹے کی قسم! اور مجھے وہ واقعات اب تک اچھی طرح یاد ہیں" کپتان نے جواب دیا "ہاں مگر دوست سب سے بھاری صدمہ تمہیں سر کرسٹوفر . . . کے مرنے کا ہوا۔ خصوصاً اس لئے کہ اس نے تمہارے لئے ایک کھوٹا سکہ بھی نہیں چھوڑا"

"یار کپتان تم اس تلخ واقعہ کی یاد تازہ نہ کرو۔ ہر چند کہ اس معاملہ کو ۱۲۔ سال کے قریب عرصہ گزر چکا ہے۔ مگر اب بھی میں اسے یاد کرتا ہوں۔ تو دل ہی سخت افسوس ہوتا ہے۔ مگر جانتے ہو چند دن گزرے ہیں نے کسے اچھی گاڑی میں اس شان سے بیٹھے دیکھا۔ گویا وہ عمر بھر لیڈیوں کی زندگی ہی بسر کرتی رہی ہو؟"

"یسوع کی قسم! اور تمہارا اشارہ غالباً سر کرسٹوفر کی بیوی کی طرف ہے۔ جنگجو افسر نے کہا "گاڑی کے پیچھے ایک موٹا تازہ وردی پوش نوکر کھڑا تھا نا؟"

"ہاں اور چھوٹا بلنٹ یعنی وہ لڑکا جو سر کرسٹوفر کا وارث کہلاتا ہے

وہ بھی گاڑی کے اندر سوار تھا۔" کرٹس کہنے لگا۔ "مگر کوئی اور اسے کرسٹو فر لینٹ کا بیٹا کہے تو کہے۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ شکل صورت میں وہ اس موٹے وردی پوش نوکر سے اتنا ہی مشابہ ہے جتنا عملی طور پر ممکن ہو سکتا ہے۔ وہی پھولا ہوا چہرہ ... ویسے ہی مٹیالے بال ... اور ویسی ہی الو کی سی آنکھیں ..."

"طاقتوں کی قسم! اور دوست فرینک تم تو اس غریب نوکر کی بہت ہی سخت مذمت کر رہے ہو" کپتان نے قطع کلام کر کے کہا۔ "وہ آدمی بہر حال اتنا بد وضع نہیں جیسا تم ظاہر کر رہے ہو۔ مانا کہ اس کی صورت تمہارے برابر اچھی نہیں۔ اور شائد اُس کا ذہن میرے برابر مضبوط ہے ..."

"بالکل نہیں" مسٹر کرٹس نے باصرار کہا۔ "کیا کپتان اس کا اور ہم سے مقابلہ! مجھ سے پوچھو تو اس وقت چیپ سائڈ میں ہم سب سے بدنام آدمی نہیں ہیں۔ چنانچہ آج ہی صبح سٹانگر نے ہم سب سے کہا تھا۔ "مجھے اس کام میں جو پیسہ سے زیر غور ہے، تمہارے جیسے شریف صورت آدمیوں کی مدد درکار ہے"

کپتان کہنے لگا "فرینک اس کا اندازہ غلط نہ تھا۔ اور زیادہ مزے کی بات یہ ہے کہ ہم سب ایک دوسرے کی امداد بخوبی کر سکتے ہیں۔ اسی لئے ۲۰ سال سے نبھتی چلی آتی ہے"

"اور اس عرصہ میں ہم نے کئی نشیب و فراز دیکھے ہیں" فرینک نے کہا "کئی بار عیاشیاں اڑائی ہیں۔ اور کئی بار خالی پیٹ رہے ہیں۔ کئی بار ہم پونڈوں میں کھیلے ہیں۔ اور کئی بار ایک شلنگ کو ترستے رہے ہیں ..."

"طاقتوں کی قسم! اور یہ سب رنگ ہم نے دیکھے ہیں۔ مگر کبھی ہمت نہیں ہاری" کپتان اولینڈرس کہنے لگا۔ "تمہیں وہ دن یاد ہے۔ جب تمہاری بیوی ایک بڈھے کے عشق میں تمہارا ساتھ چھوڑ کر چلی گئی ..."

"اور اپنے سارے بچوں کو بھی ساتھ ہی لیتی گئی" فرینک نے زور

سے ہنستے ہوئے کہا "واقعی یہ معاملہ بھی بڑے ہی مزے کا تھا۔ اور خدا قسم بھی اس بڈھے کا جس کا نام غالباً سٹیپلے تھا۔ بدل ممنون ہوں کہ اس نے میری پیاری بیوی اور اس کے پانچوں بچوں کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔"

"مگر یہ تصفیہ بھی تو میں نے کرایا تھا" کپتان کہنے لگا "اور تمہیں بھولا نہ ہوگا۔ کہ میں نے اس سے ایک ہزار پونڈ بہ دھمکی دے کر وصول کئے تھے کہ بصورت دیگر تمہارے خلاف فوجداری مقدمہ دائر کر دیا جائے گا۔ قدیم آئرلینڈ کی بوتین کی قسم! میں نے یہ کام اس صفائی سے کیا کہ دنیا کے کسی مشہور کاروباری آدمی نے کبھی نہ کیا ہوگا۔"

"سچ کہتے ہو" فرینک نے تسلیم کیا "مگر تین کا وقت ہو چلا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی پاس سے گذرتے ہوئے اس نے سینٹ پرائڈ کے گھڑیال کی طرف دیکھا "ہمیں سرگشت کرتے کتنی دیر ہو گئی۔ مگر یار کپتان اس عمر میں جوان لڑکیوں کی طرف نہ گھورا کرو" یہ فقرہ فرینک نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یسوع کی قسم! اور فرینک سب سے زیادہ تو تم رستہ چلتے لڑکیوں کی صورت دیکھنے کھڑے ہو جاتے ہو" کپتان نے اس فقرہ کو جو فرینک نے بطور تعریف کہا تھا۔ واپس کرتے ہوئے کہا "مگر یہ تو کہو تمہارے دوست شائلز سے ملاقات کس جگہ قرار پائی ہے؟"

"اسی شراب خانہ میں" کرٹس نے فلیٹ سٹریٹ کے ایک فیشنیبل شراب خانہ میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ اور عین اسی وقت گھڑیال نے تین بجائے۔

باب ۱۴۴ مسٹر شائلز کا کاروبار

مسٹر بیلٹن شائلز تقریباً پچاس سال عمر کا ایک شریف آدمی تھا۔

پست قامت۔ دُبلا پتلا جسم۔ سیاہ آنکھیں اور مہربانیاں۔ اس کی اونچی سپاٹ پیشانی اور چھوٹی چھوٹی بیقرار روشن آنکھیں ظاہر کرتی تھیں۔ کہ وہ ایک مکمل کاروباری آدمی ہے۔ اور اس خیال کی اس لاپرواہانہ بےخبری سے مزید تصدیق ہوتی تھی۔ جسے وہ سالہا سال سے اختیار کر رہا تھا۔ اور جو اب اس کی عادت میں داخل ہو چکی تھی۔ وہ غیر تعلیم یافتہ اور جاہل تھا۔ مگر اس نے وہ آداب جن کے ساتھ اچھے شائستہ لوگ گفتگو کیا کرتے ہیں۔ سیکھ لئے تھے۔ وہ ان لوگوں کی زبان کا اپنی زبان سے مقابلہ کیا کرتا۔ اور اس ذریعہ سے اس نے اپنی طرز تقریر کو محاورہ کی غرابت اور صرف و نحو کی اُن غلطیوں سے جو اس کی حقیقی خصوصیات تھیں پاک کر لیا تھا۔ لیکن چونکہ بڑی کوشش کے باوجود وہ صحیح ہجے کرنے میں ترقی نہ کر سکا۔ اس لئے خط لکھنے کا کبھی خیال نہ کرتا تھا۔ چنانچہ کاروباری حالات میں وہ اس کام کو ہمیشہ کسی اپنے سے زیادہ قابل شخص کے سر ڈالنے کا کوئی نہ کوئی معقول عذر پیدا کر لیا کرتا تھا۔

وہ فطرتاً ہوشیار اور چالاک تھا۔ اور اس لئے ایسے مباحث کو جنہیں وہ نہیں سمجھتا تھا چھیڑتا ہی نہ تھا۔ لیکن اگر اس کی مخالفانہ کوششوں کے باوجود اس کی ان معاملات پر تقریر کرنے کی باری آجاتی جن سے وہ بےخبر ہوتا تو اس حکمت سے اعتراضات کرنے کا اہتمام کرتا تھا کہ وہ لوگ بھی جو اس کو خوب جانتے تھے۔ اس امر کا شبہ کرنے سے بعید رہتے۔ کہ وہ معاملہ زیر بحث پر ماہرانہ عبور نہیں رکھتا۔ غرض ہر شخص اُسے ایک نہایت ہوشیار آدمی خیال کرتا تھا۔ اور اس کی عادت تھی۔ کہ جب کوئی گفتگو کرتا ہو۔ تو وہ ایسا باخبر اور نکتہ چین نظر آتا۔ کہ بعد میں جب اس کی طرف سے رائے بیان کی جاتی تو اُسے تعظیم کے ساتھ قبول کیا جاتا۔ اور بطور سند کے مانا جاتا تھا۔

ایسے حالات میں ناظرین سمجھ سکتے ہیں۔ کہ مسٹر سلیمن شائلز ایک مکمل دنیادار آدمی تھا۔ وہ اس بات کی کامل احتیاط کرتا کہ اپنے آپ کو کسی خاص پالیسی کا پابند ظاہر نہ کرے۔ قلیل رقم کا لین دین وہ ہمیشہ باقاعدہ اور درست رکھتا اور اس لئے سفاہت کے الزام سے محفوظ رہتا تھا۔ اور عملی طور پر سمجھتے

"داموں" وہ جیب "اشتہار و اشتہار" کا خطاب حاصل کر چکا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب اس کے اپنے لین دین میں نامناسب باتیں ہوتی تھیں۔۔۔ جو دراصل بیشتر ہوا کرتی تھیں۔۔۔ تو لوگ اسے محض ایک حوصلہ مند مگر ناکامیاب سوداگر خیال کرتے تھے۔ بے ایمان ہرگز نہیں سمجھتے تھے۔

اس کا دفتر بہت شہر میں واقع تھا۔ لیکن اگر اس کا کوئی دوست یہ پوچھتا کہ "شاملز کیا کام کرتا ہے؟" تو اسے یہ مبہم اور عامیانہ جواب ملتا تھا "اوہ! وہ ایک سٹی شہری آدمی ہے۔ اور کاروبار میں مصروف رہتا ہے" یہ ایک ایسا جواب ہوتا تھا۔ کہ پوچھنے والا چپ کا چپ رہ جاتا۔ مگر اس کے باوجود اس کے "دفتر" میں "کاروبار" کی جملہ علامات موجود تھیں۔ مثلاً دروازہ پر ایک لیڈی جس میز کے قریب ایک محرر لکھنے میں مصروف۔ خطوط کا ایک انبار یہاں بہی کھاتوں کا ایک ڈھیر وہاں۔ طاق اور الماریوں میں سامان کے مختلف نمونے۔ فرش پر اسرار نما گٹھڑیاں اور ٹوکریاں۔ میلے کچیلے کاغذات سے بھری ہوئی مسلیں جو جیب اور باربرداری کے سیاہ معلوم ہوتے تھے۔ اور لفافوں کے سیاہ ہدایات غرض منظوری لیبل کی صورت میں ایک بورڈ پر جو میز کو گھیرے ہوئے تھا۔ لگے ہوئے تھے۔ غرض ہر پہلو سے وہ جگہ ایک نہایت زبردست کاروبار نما صورت لئے ہوئے تھی۔ اور اس پر بھی کوئی شخص تشریح نہیں کر سکتا تھا۔ کہ وہاں پر جو کاروبار چلتا ہے اس کی مختصر نوعیت کیا ہے۔

مگر اوہو!۔۔۔ ہم مسٹر ہیلٹن شاملز کے دفتر واقع کراسی ہال چیمبر زیر آ پہنچے حالانکہ وہ ذات شریف اس وقت نودلیبٹ سٹریٹ کے ایک شراب خانہ کے کمرہ میں ہیں۔

ابھی گھنٹہ نے تین بجانے شروع ہی کئے تھے۔ کہ کپتان ایلمنڈریس اور مسٹر فرینک کرٹس بھی شراب خانہ میں داخل ہوئے۔ اور جس وقت وہ متذکرہ صدر کمرہ میں پہنچے۔ تو تین بجکر پورے چھ سکنڈ گذر رہے تھے۔

وہاں مسٹر ہیلٹن شاملز اپنی نقرئی گھڑی ہاتھ میں لئے بیٹھا تھا۔ اور

ہالینڈ کی ساخت کے گھنٹہ کی طرف جو آتشدان کے ڈوبکش پر رکھا ہوا تھا غور سے دیکھ رہا تھا۔ گویا وہ دونوں کو ملا رہا تھا۔ اور سخت حیران تھا۔ کیونکہ دونوں میں کسی قدر فرق تھا۔

"اگر میں سمجھتا میری گھڑی ہی غلط ہے"۔ اس نے بظاہر بڑبڑانے کے انداز میں آواز بلند کہا مگر دراصل وجہ یہ تھی۔ کہ اس وقت اسے کرٹس اور اولمنٹ ریس کے داخل ہونے کی جھلک نظر آگئی تھی۔ اور وہ اپنے خاص دوستوں پر بھی اپنی پابندی اوقات جتانے کے موقعہ سے نہ چوکا۔ "اگر میں سمجھتا میری گھڑی ہی غلط ہے۔ تو میں اسے ایڑی تلے روند کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا"۔

"نہیں یار ایسا نہ کرو۔ ایسی ہی بات ہے تو لاؤ مجھے دے دو"۔ فرنیک نے اس کی طرف بڑھکر کہا۔

"میں اپنے دوست کے ساتھ ایسی عصبیت کا برتاؤ نہیں کر سکتا۔ کہ اس کو ایسی گھڑی پیش کروں۔ جو بے قاعدہ چلتی ہو"۔ مسٹر شالمز نے سنجیدہ لہجہ میں جواب دیا۔ لیکن قصور میری گھڑی کا نہیں۔ بلکہ مجھے یقین ہے۔ کہ اس دقیانوسی پرانے گھنٹہ کا ہے۔ بہرحال تم اپنے وقت سے چھ سکنڈ بعد آئے ہو۔ میں تمہارے لئے پورا ایک منٹ صرف کرتا۔ اور اس کے بعد ذرا بھی انتظار نہ کرتا۔ آؤ بیٹھ جاؤ کرٹس ۔ ۔ ۔ کپتان اولینٹ ریس بیٹھ جاؤ۔ میرے پاس تمہارے لئے وقف کرنے کو پورا ایک گھنٹہ ہے۔ جس وقت گھنٹہ چار بجائے گا میں چل دونگا ۔ ۔ ۔ ہاں مگر یہ کہو تم کیا لوگے؟"

"پورتین میرے لئے اگر تم مہربانی کرو"۔ بیادہ افسر نے کہا۔

"اور برانڈی میرے لئے" فرنیک بولا۔

"اور آپ اینڈ شراب میرے لئے"۔ مسٹر ہیملٹن شالمز نے آخر میں کہا۔ "میں شام کا کھانا کھانے کے بعد تک سپرٹ نہیں پیتا ہوں"۔

مختلف اقسام کی سطاوبہ شراب فوراً بہم پہنچائی گئی اور تینوں اصحاب نے "کاروبار" شروع کر دیا۔ شراب خانہ کے کمرہ یا یوں کہئے۔ کہ سارے شراب خانہ میں اس وقت یہی تین آدمی تھے۔

"اچھا حضرت" مسٹر فرینک کرٹس نے مسٹر شائلز کو مخاطب کر کے کہا "اب یہ بتاؤ وہ کونسی اچھی بات ہے جو تم بتانا چاہتے ہو"

"ایک ایسی تجویز جو ہم تینوں کو مالا مال کر دے گی" شریف آدمی نے جس نے ان لفظوں میں اپیل کی کسی قدر جواب دیا "میں تم سے یہ چھپانا نہیں چاہتا کہ میں پچھلے دنوں ایک دو کاموں میں ناکامیاب رہا ہوں۔ اور میں کوئی ایسی ترکیب نکالنا چاہتا ہوں۔ جو مجھے پھر بحال کر دے۔ میرے پاس چند ہنڈیاں ہیں۔ جو دو یا تین ماہ میں واجب الادا ہو جائیں گی۔ اور میں کسی وجہ سے بھی ان کی بے قدری نہ ہونے دوں گا۔ خدا کا شکر ہے کہ میرا کوئی قرضہ حقیر نہیں۔ نہ میرے ہاں شیر فروشوں کا سا ذلیل حساب کتاب ہے۔ اور نہ میں بھٹی والوں کا سا کاروبار کرتا ہوں۔ میں ان باتوں سے ہمیشہ بچتا رہتا ہوں۔ تاہم مجھے اپنے وسیع لین دین کی خاطر زبردست کوشش سے دریغ نہیں۔ اور میں خیال کرتا ہوں۔ کہ تم میں سے کوئی بھی جلدی اور آسانی کے ساتھ قلیل رقم کمانے کو ناپسند نہیں کرے گا"

"آراہ اور یسوع کی قسم! یہ نہایت خوش آیند بات ہے جو تم نے مجھ سے کہی" کپتان نے اس تجویز کے پیش کنندہ کو بڑی تعریف کے ساتھ دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب" مسٹر شائلز نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "میں خیال کرتا رہا ہوں۔ کہ ہم تینوں ملکر خوب کرشمہ سازی کریں گے۔ اور میں تجویز پیش کرتا ہوں۔ ۔ ۔"

"کیا؟" مسٹر کرٹس نے اشتیاق کے ساتھ دریافت کیا۔

"فرینک تم زبان بند رکھو اور صبر کرو" بہادر افسر نے دفعتہً کہا "تمہارے بولنے کی باری بھی آ جائے گی۔ اچھا جناب اور وہ کیا چیز ہے۔ جس کے متعلق آپ تجویز کر رہے ہیں؟"

"ریلوے" مسٹر بلنٹن شائلز نے جواب دیا۔

"واہ وا! اس سے بہتر خیال اور کیا ہو سکتا تھا!" کپتان نے جوش کے

سناتھ چلا کر کہا۔

— "کیسی شاندار تجویز ہے!" کرٹس نے برابر کے جوش انگیز منظوری کے لہجہ میں کہا۔

مسٹر ہملٹن شاٹمز نے کہا "دیکھو جوش میں نہ آؤ۔ اور جو کچھ میں کہتا ہوں۔ اُسے پُرسکون طریق پر کاروباری انداز سے سُنو۔ اب تین بجکر بیس منٹ گذرے ہیں۔ اور ہمارے پاس اس معاملہ پر بات چیت کرنے کے لئے چالیس منٹ اور ہیں۔ اس عرصہ میں بہت کچھ کیا جا سکتا ہے" اس کے بعد اس نے اپنی جیب سے انگلستان کا ایک طبعی نقشہ نکال کر اور میز پر پھیلا کر کہا "تم دیکھتے ہو یہ خط برطانیہ عظمیٰ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بالکل سطوں کھنچا ہوا ہے۔ بس یہی میری مجوزہ ریلوے لائن ہے۔ تم دیکھ سکتے ہو۔ ہم بیچی ہیڈ واقع سسکس سے بائیں طرف کواتنے سیدھے جتنے کہ ہم جا سکتے ہیں کیپ راتھ کو روانہ ہوتے ہیں۔ جو سکاٹ لینڈ کے شمالی ساحل پر ہے درصل ہم حتی الامکان اپنی ریلوے لائن کے کسی حصہ کو سابقًا موجودہ ریلوں کے مقابلہ میں لانے سے گریز کرتے ہیں۔ مگر ہم تمام خاص خاص شہروں اور صنعتی قصبوں میں شاخیں اور جہاں جہاں ضرورت ہوگی۔ اکہری لائنیں ضرور رکھیں گے"

"اوہ! اوہ! یسوع کی قسم!" آئرش افسر اس سکیم کو سُنکر اپنی خوشی کی افراط کو ضبط کرنے کے قابل نہ رہتے ہوئے [illegible] تم اپنی اس خوش نما چھوٹی سی تجویز کو کس نام سے مخاطب کرتے [illegible]

"دی گرینڈ برٹش لانگیٹیوڈنل ریلوے" امیجونز نے نچلے تلے ہوئے اور شکوہانہ لہجہ میں جواب دیا۔

کپتان اس لقب کی سطوت اور وسیع ہمہ گیری کی خوشی سے ایسا پھولا کہ اس نے پُرجوش تیزی کے ساتھ گھنٹی بجائی۔ اور خادم کو از سرِ نو گلاس بھر دینے کا حکم دیا۔

مسٹر ہملٹن شاٹمز نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "میرے خیالات کی تشریح کے بعد اب دستور العمل پر غور کرنا ضروری ہے۔ درصل میں ہی اس

سکیم کو ترقی دینے والا ہوں۔ اور کل میں اس کی رجسٹری کراؤں گا۔ اس میں صرف پانچ پونڈ صرف ہوں گے۔ اور پھر یہ تجویز ہمارے لئے محفوظ ہو جائے گی بموجب قواعد نمبر ۷ و ۸ وکٹوریہ باب ۱۱۰۔ بطور عارضی رجسٹری شدہ الخ سرمایہ ۲۰ لاکھ پونڈ منقسم بہ چار لاکھ حصص فی حصہ ۵ پونڈ۔ امانت ۲ پونڈ ۲ شلنگ فی حصہ۔ فرینک تم کو سکرٹری اور کپتان تم کو مشورتی انجینئر بننا ہوگا۔"

"اور کیا تم مجھے اس بڑھاپے میں انجینئر بنانا چاہتے ہو؟ جنگجو افسر چلا کر بولا۔ بعد کیونکر طاقتوں کی قسم! مجھے اس کے متعلق حقیقی معلومات حاصل نہیں اس سے زیادہ بھول چکا ہوں۔"

"مگر یہ جگہ بالکل بیکار بیٹھے رہنے اور خوب تنخواہ چٹکار نے کی ہوگی۔ مشاہرہ معقول اور کام کچھ نہیں۔" مسٹر سٹامز نے کہا "ہم فی الواقعہ ایک باقاعدہ انجینئر رکھیں گے۔ مگر پراسپکٹس میں یہ ظاہر کرنا کاروبار ہوگا۔ کہ مشہور فوجی کپتان اولینڈر ریس ساکن بلنڈرریس پارک آئرلینڈ کی قابل قدر خدمات حاصل کر لی گئی ہیں۔ جنہوں نے کمپنی کے سول انجینئر کے ساتھ تمام و کمال مجوزہ لائن کی پیمائش کرنے کے بعد سکیم کے متعلق زبردست تائیدی رپورٹ پیش کی ہے۔ اور ایسی تجاویز پیش کی ہیں۔ جن کی بدولت کمپنی کو کاروبار چلانے میں تقریباً ۵ لاکھ پونڈ کی بچت ہو جائے گی۔ حضرت کاروبار کے انتظام کرنے کا یہ طریقہ ہے۔" مسٹر شائنز نے یکے بعد دیگرے اپنے دونوں دوستوں کی طرف پُراطمینان انداز سے دیکھ کر کہا۔ اور جیب گھڑی دیکھ کر زور سے کہنے لگا۔ "بس اب میرے پاس صرف دس منٹ اور ہیں۔ اس کے بعد میں چلا جاؤں گا خیر ہم نے طے کر لیا ہے کہ میں اس سکیم کا بانی ہوں۔ کرنس تم سکرٹری ہو۔ اور کپتان تم مشورتی انجینئر۔ آج شام کو میں پراسپکٹس مرتب کروں گا۔ ہمارے پاس عارضی کمیٹی کے لئے تقریباً تیس اچھے نام ہونے چاہئیں۔ بس کل دوپہر کو تحریر چھپ کر تیار ہو جائے گی۔"

"مگر اس مختصر عرصہ میں تمہیں لوگوں سے مل کر ان سے ان کے نام کیسے

کی اجازت لینے کا وقت نہیں ملیگا" فرینک کرٹس نے یہ خیال کر کے کہا کہ اُس کا دوست اِس معاملہ میں بہت جلدی کر رہا ہے۔

"میرے پیارے رفیق کیسی سادہ باتیں کرتے ہو" مسٹر سلیٹن شاٹکز نے بآواز بلند کہا "میں جانتا ہوں کہ میں اپنی مجوزہ عارضی کمیٹی کے لوگوں میں سے کم از کم نصف کے نام آزادی کے ساتھ استعمال کر سکتا ہوں اور دوسرے لوگ جب یہ دیکھیں گے کہ مسٹر پاگسن ہمارے صدر ہیں تو وہ پراسپکٹس کی تردید کا خیال تک نہیں کرینگے"۔

"کیا؟ ... پاگسن!" مسٹر کرٹس نے خوشی اور تعجب سے بے اختیار ہو کر کہا "یہ کہتے ہو کہ پاگسن تمہارا صدر ہے؟"

"نہیں ابھی نہیں" بجنڈ نے اپنی مخصوص نرمی کے ساتھ جواب دیا۔ "مگر میں کل اس وقت اسے صدر بنا لونگا"۔

"مگر میرا خیال تھا کہ تم نے آج صبح مجھ سے اور کپتان سے ملنے سے پیشتر اپنی سکیم کا کسی ایک شخص سے بھی ذکر نہیں کیا تھا ..."

"یہ بالکل درست ہے اور پاگسن کو اس وقت تک خبر نہیں کہ ایک ایسی تجویز عالم وجود میں ہے"۔ مسٹر شاٹکز نے آہستگی اور تامل کے ساتھ قطع کلام کرتے ہوئے کہا "مگر میں جانتا ہوں اس کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیئے! میں دور سے ہی اس کے خصائل معلوم کر چکا ہوں اور گو میں نے اپنی زندگی میں اس سے آج تک ایک مرتبہ بھی گفتگو نہیں کی۔ تاہم یقین جانو کہ آئندہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر میں اُس کو صدر کی حیثیت میں پھانس لونگا"۔ پھر یکایک اُس نے کہا "اب تین منٹ اور رہ گئے۔ میں دیکھتا ہوں۔ تم دونوں کے کپڑے اتنے بوسیدہ ہو گئے ہیں جتنے ہو سکتے ہیں۔ تم کو چاہیئے کہ تم حتے الامکان جلد نئے کپڑے حاصل کرو۔ یہ دس دس پونڈ کا نوٹ تم دونوں کے لیئے ہے۔ مزید برآں تم کوئی عزت کی قیام گاہ حاصل کرو۔ اگر ضرورت ہو۔ تو میرا حوالہ دے سکتے ہو۔ کل ٹھیک تین بجے میرے دفتر میں چاپ اور شیری تیار ہونگے۔ اور میں تم دونوں کا انتظار کرونگا۔

یاد رکھو۔ تین بجے سے ایک لمحہ بھی پہلے نہیں۔۔۔ کیونکہ پھر تم میرے کام میں ہارج ہوگے۔ اور ایک لمحہ بعد بھی نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں میں تم سے آیندہ تعلق رکھنا چھوڑ دوں گا۔ بس خدا حافظ میرے پاس بھی اس کو صاف کرنے کے لیے وقت نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر مسٹر سٹائیلز تیزی کے ساتھ کمرے سے نکل گیا۔ اس وقت چار بجنے میں ایک منٹ تھا۔

اس جگہ یہ بیان کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اس مکمل کاروباری آدمی نے فلیٹ سٹریٹ کے شراب خانہ میں اپنے دوستوں سے صرف اس لئے یہ ملاقات کی تھی کہ اسے ٹھیک چار بجکر چھ منٹ پر قریب ہی ایک اور معزز آدمی سے ملنا تھا۔

باب ۱۲۴ چارلس ہیٹ فیلڈ کے تفکرات

رات نصف سے زیادہ گذر چکی تھی اور ارل آف ایلنگھم کے تمام خوشنما کمروں میں سے صرف ایک کمرہ میں روشنی جل رہی تھی۔

اس کمرہ میں چارلس ہیٹ فیلڈ ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔ اس کے دماغ میں اس قسم کے پریشان کن۔ پُر اضطراب اور غم دوز خیالات بھرے ہوئے تھے کہ وہ بستر پر لیٹ کر ان سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرنے کو غیر ضرور ی محسوس کرتا تھا۔

یہ پچیس سال عمر کا نوجوان ایسا شکیل اتنا ذہین اور جیسے بہت سا مال و متاع ترکہ میں پانے کا یقین تھا۔ جو دنیوی بہبودی کی نہایت روشن امیدیں رکھتا اور یہ سمجھتا تھا کہ والدین کی مجھ سے بے حد محبت ہے۔ اور جسے حسین شمولن لیڈی فرانسس ایلنگھم سے گہری محبت تھی۔ اور جسے کبھی یہ امید کر لینے کی ہر ایک وجہ موجود تھی کہ اس کی محبت قدر کی نظر سے دیکھی جانے والی ہے۔ یہ نوجوان جو جاہ و منزلت کے متعلق اتنے

مفاد رکھتا تھا۔ اور جس کی نگاہ میں خوشحالی کے اتنے کثیر ذرائع تھے۔ یعنی چارلس ہیٹ فیلڈ بیقرار و بے آرام تھا۔

وہ حسرت انگیز واقعہ جو اس دن اسے پیش آیا تھا۔ یہ ناگہانی انکشاف کہ وہ ابتک جنہیں اپنا ماموں اور ممانی سمجھتا تھا۔ وہ درحقیقت اس کے ماں باپ تھے۔ وہ یقین جو اس کو اپنی ماں کی عصمت اور اپنی پیدائش کی اصالت کے متعلق تھا۔ پھر یہ پُر اسرار حقیقت کہ اس کی ولدیت اب بھی دُنیا کے لیئے ایک راز رہنے والی تھی۔ یہ تمام حالات تھے جو مل جل کر اس کو شکوک و شبہات کے ذریعہ ایذا پہنچاتے تھے۔ جو اس کی حیرانی کو ایک پُر غم حد تک بڑھاتے تھے۔ اور جو اس میں ان تمام مبہم اور مشتبہ حالات کی تہ کو پہنچنے کی خواہش پیدا کرتے تھے۔

یہ سچ ہے کہ اُس نے اپنی ماں سے کسی ایسی بات کے دریافت نہ کرنے کا جو اُسے ناگوار ہو۔ وعدہ کرلیا تھا۔ ساتھ ہی اس وقت وہ اپنی اصالت کے یقین سے جو اُس کے باپ کی زبان سے دلایا گیا تھا مطمئن ہو چکا تھا۔ مگر جب اُس نے اپنے آپ کو اپنے خاص استراحت کے کمرہ میں تنہا پایا۔۔۔ رات کی خاموشی میں گھرا ہُوا۔۔۔ تو وہ اپنے خیالات کی طبعی مَوجوں کو نہ روک سکا۔ وہ گہری خاموشی جو محل پر چھائی ہوئی تھی۔۔۔ اس کے کمرہ کا تنہائی میں واقع ہونا۔۔۔ اور اس کے دماغ کا خفیف خیالی رجحان یہ سب باتیں مل کر ان خیالات کو جو پُر اسرار اور حیرت انگیز اہمیت سے اس قدر قریبی تعلق رکھتے تھے۔ حرکت دے رہی تھیں۔

اس کے علاوہ اکثر واقعات جو اُسے اپنے لڑکپن کے زمانہ عنفوان کے سلسلہ میں یاد تھے۔ مگر اُن پر اب سے پہلے کبھی گہری توجہ کے ساتھ غور و خوض نہیں کیا گیا تھا اور مختلف قسم کے مبہم اور بے جوڑ خیالات نے بتدریج اس کے دماغی غور و فکر کو ایک زیادہ قابل فہم صورت دے دی تھی۔ حافظہ خلاؤں کے پُر کرلئے اور اُن یادداشتوں کو معین طور پر

سامنے لانے کے لئے جو اس وقت چشم خیال کے سامنے دھندلے بخارات کی طرح اڑتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ اپنی تمام طاقت صرف کر رہا تھا۔ وہ گذشتہ زمانہ پر غور سے نظر لگائے ہوئے تھا۔ حتےٰ کہ وہ ضعیف ترین جھلکیاں زیادہ نمایاں اور قابل احساس روشنی کی صورت اختیار کرنے لگیں۔ اور رفتہ رفتہ اس کی ابتدائی عمر کے خیالات کا انتشار کچھ باقاعدہ سا ہونے لگا۔ جس سے وہ واقعات کو ان کی مناسب جگہ پر رکھنے کے قابل ہو گیا۔ اور اب خاص واقعات کی تاریخوں کا صحیح حساب بھی کر سکتا تھا۔

مختصر یہ کہ اس کی روح میں ایک قسم کی روشنی داخل ہو چکی تھی جو اس کے حافظہ کے اب سے پہلے بہت سے تاریک رہنے والے خانوں کو منور کرتی تھی اور اُن خیالات کو جن پر اس نے کبھی پہلے غور و فکر نہیں کیا تھا۔ معنے پہناتی تھی اور مختلف یادداشتوں کو جن پر اس نے اس وقت تک گہری توجہ نہیں دی تھی۔ اہمیت دیتی تھی۔

وہ طبعی طور پر ایک خوش مزاج نوجوان تھا اور گذشتہ زمانہ کے متعلق سوچنے بچارنے کی بجائے مستقبل کی خواہشات کو موجب راحت سمجھنے پر مستعد رہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسے اب سے پہلے کبھی چند ایسے امور واقعہ سے حیرت نہیں ہوئی تھی۔ جو گو اس کے حافظہ میں جاگزین تھے۔ مگر اس کے افکار پر متصرف ہونے یا اس کے ذہن میں کسی قسم کا شک و شبہ پیدا کرنے میں قاصر رہے تھے۔

مگر دن کے واقعہ نے اسے کمرہ کی خاموشی اور رات کی تنہائی میں اُن تمام خوابیدہ یادداشتوں کو سامنے لانے ... ان کا یکے بعد دیگرے امتحان کرنے اور باہم سلسلہ ملانے ... حتی الامکان مسلسل تاریخ کی صورت میں ترتیب دینے اور ان کے مجموعہ سے اپنی ذات خاص سے قریبی تعلق رکھنے والے مختلف امور اخذ کرنے کے کام میں لگا دیا تھا۔

واضح رہے کہ اس کی وجہ یہ ہرگز نہ تھی کہ وہ اپنے ماں باپ کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگا تھا یا ان کے متعلق اس کے کسی احساس میں تبدیلی پیدا ہو چکی تھی نہیں وہ اب ان سے زیادہ دلسوزی... زیادہ ارادتمندی کے ساتھ محبت کرنے لگا تھا۔ کیونکہ اب وہ جان چکا تھا کہ وہ میرے "والدین" ہیں صرف "رشتہ دار" نہیں پس اگر وہ ان خیالات کے سلسلہ میں جن میں ہم اس وقت اسے مصروف پاتے ہیں محو ہو گیا تو اس کی وجہ محض یہ تھی کہ وہ اپنے آپ کو خیالات کی موجوں کے سپرد کر دینے میں ایک ایسے بچہ سے زیادہ نہ تھا جو کینیڈا کی کسی تیز رو ندی میں پڑ کر خود کو جکڑ کاٹتے ہوئے موجوں کے ساتھ بہے چلے جانے سے نہیں بچا سکتا۔

آئیے ہم دیکھیں۔ چارلس ہیٹ فیلڈ کے افکار اور خیالات نے اپنے آپ کو کس سلسلہ وار صورت میں مرتب کیا ہے:۔

وہ ایک میز کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ جس پر اس نے اپنی کہنی ٹیک رکھی تھی۔ اور اپنے ہاتھوں پر سر کو اس طرح سہارا دئے ہوئے تھا کہ ان کے اندر اس کا چہرہ بالکل چھپا ہوا نظر آتا تھا۔ اس حالت میں وہ اپنے دل میں سوچنے لگا:۔

"میری نہائت کمسنی کے زمانہ کی یادداشتیں مجھے ایک ایسے زمانہ کی طرف لے جاتی ہیں۔ جبکہ شائد میں پانچ سال کا تھا۔ اور میں اس زمانہ میں ایک عورت کو جس کا نام وائٹس تھا۔ اپنی ماں کہہ کر پکارا کرتا تھا۔ مگر وہ مر گئی۔ میں کچھ کچھ بھولتا ہوں کہ وہ کن حالات میں مری۔ اور پھر جب میں تقریباً چھ سال کا ہوا۔ تو ایک شریف آدمی جس کا نام رینفورڈ تھا۔ میری خبر گیری کرتا رہا۔ ہاں... اور اس کی ایک خوبصورت بیوی تھی۔ جس کا نام ٹامر تھا۔ اور یہ ٹامر کونٹس آف اینگھم کی بہن تھی۔ مسٹر رینفورڈ اور ٹامر مجھ پر بہت مہربان تھے۔ مجھے خوب یاد ہے۔ مگر میں ان کے پاس زیادہ عرصہ تک نہیں رہا۔ اور اب میرے

خیالات میں اتنا انتشار ہے . . میری زندگی کے اس خاص زمانہ کے متعلق میری یادداشتوں میں ایسی بدعنوانی ہے کہ میں یہ امر مشکل جانتا ہوں کہ اپنے خیالات کو کس طرح ٹھیک ٹھیک سلسلہ وار کروں بہر حال مجھے اتنا یاد ہے کہ میں اس شخص کو پیارے باپ کے نام سے پکارنے کا عادی ہو چلا تھا . . . گو میں جانتا تھا کہ وہ میرا باپ نہ تھا . . . اس سے میری مراد مسٹر رینفورڈ سے ہے . . . مجھے یاد آ گیا۔ وہ چند ہفتوں کے لئے غیر حاضر ہو گیا تھا۔ اور میں اس کے پیچھے کڑھتا تھا۔ تاہم مجھے اس کی واپسی کے وعدوں سے اطمینان دلایا گیا تھی۔ . . . مگر مجھے یاد پڑتا ہے وہ بہت روتی رہتی تھی . . . آہ! ایک دن اس نے سیاہ لباس پہنا تھا اور مجھے بھی ماتمی لباس پہنانے کو تھی کہ پھر زار زار رونے لگی اور سیاہ لباس پھینک دیا۔ اس کے بعد مجھے مسٹر ڈی مڈینا کے گھر لے جایا جانا یاد ہے۔ جہاں میں نے استھر کو پہلی بار دیکھا[۱] . . . وہی استھر جو آج کل کونٹس آف ایلینگھم ہے۔ اس روز مجھے جو خوشی ہوئی۔ وہ اب تک میرے ذہن میں جاگزین ہے۔ کیونکہ مجھے اتنی اچھی طرح یاد ہے۔ گویا کل کی بات ہو۔ تاہم کاوہ رنج وغم دفعتہً[۲] غائب ہو گیا۔ اور وہ مجھ سے نہایت پختہ وعدے کیا کرتی تھی کہ ہم مسٹر رینفورڈ[۵۱] کو جلد دوبارہ دیکھو گے۔ اور میں نے اس کو جلد دوبارہ دیکھ لیا۔ مگر میں نے اسے فرانس کے کسی قصبہ میں دیکھا تھا۔ جہاں مجھے مسٹر ڈی مڈینا اور ان کی دونوں لڑکیاں لے گئی تھیں[۵۲]۔ پھر ہم سب نے ایک کرایہ کی گاڑی میں سفر کیا اور ہم پیرس پہنچے۔ جہاں مجھے یاد ہے کہ ارل آف ایلینگھم اور جیک سمتھ ہم سے آملے[۵۳]۔ پھر ہم ہیوںڈی گریس گئے . . . مجھے یاد پڑتا ہے۔ یہ وہی قصبہ تھا۔ کیونکہ میں نے اسے اُس زمانہ کے بعد بھی دیکھا ہے اور وہاں

---

[۵۱] دیکھو باب ۵۹ [۵۲] دیکھو باب ۶۴ [۵۳] دیکھو باب ۴۵ کا آخری پیراگراف۔

مسٹر ڈی مڈینا۔ استھر اور ارل آف ایلینگھم ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔ مسٹر رنیفورڈ، ٹامر، جیکب سمتھ اور میں ایک جہاز پر سوار ہوئے[1]۔ ہم نے سمندر کا سفر بہت دُور تک نہیں کیا۔ مگر دوسرا واقعہ جو مجھے یاد ہے۔ وہ ٹامر کے ساتھ تنہا لنڈن[2] کو سفر کرنے کا ہے۔ وہاں ہم مسٹر ڈی مڈینا کے دیہاتی مکان میں مقیم ہوئے۔ یہ فنچلے کا واقعہ ہے۔ مجھے یاد ہے۔ ہم کبھی باہر نہیں نکلے۔ بلکہ اپنے ہی کمرے میں رہتے تھے۔ استھر اور مسٹر ڈی مڈینا ہم سے اکثر ملنے کو آتے تھے۔ مجھے یاد نہیں ہم کتنے عرصہ تک اس طرح رہے۔ مگر اب میرا ذہن کبھی فراموش نہ ہونے والے بجدہ واقعہ کی طرف آتا ہے۔ جس نے بچپن میں بھی میری روح کو خوفزدہ کر دیا کیونکہ مسٹر ڈی مڈینا اور استھر کو یکایک معلوم ہوا کہ ٹامر . . نیکدل اور مہربان ٹامر . . . جو اُس دن بڑی دیر سے غیر حاضر تھی۔ دھوکہ اور وحشی پن سے قتل کر دی گئی ہے۔ اوہ! میں کس طرح چلاتا تھا! . . کیسا زار زار روتا تھا! لیکن اگر میں کوئی سوال دریافت کرتا اس کی نسبت میں قدرتی طور پر خیال کرتا ہوں کہ میں دریافت کرتا تھا تو اس کا یا تو جواب نہیں دیا جاتا تھا اور اگر دیا بھی جاتا تو مجمل طریقہ سے۔ بہرحال مجھ سے مفصل حالات مخفی رکھے جاتے تھے اور بلاشبہ یہ محض ایک غیر ضروری دُور اندیشی کی بات تھی۔ کیونکہ میں تو اُس زمانہ میں چھ سات سال کے درمیان بچہ تھا۔ مسٹر رنیفورڈ اب پھر فنچلے میں بودوباش کرنے کے لئے آ گیا تھا۔ مگر وہ کسی قدر غمگین تھا! مجھے یاد ہے۔ ایک شام کو اس کی خوفناک موت کے کچھ ہی دن بعد جس میں وہ "اپنی ماں" کہہ کر پکارنے کا عادی تھا۔ مسٹر رنیفورڈ بڑی دیر تک لارڈ ایلینگھم سے کانوں میں گفتگو کرنے کے بعد یکایک میری

---

[1] دیکھو باب ۵۲۳ یہ وہ زمانہ تھا جب رنیفورڈ نے گورنسی میں جہاز کو چھوڑا اور حبشی کی حیثیت سے لندن میں رہنا شروع کیا تھا۔

طرف کو پھرا۔ مجھے اپنے ہاتھوں میں اونچی اُٹھا لیا اور میرے بے شمار بوسے لیے۔ ہاں۔۔۔ یہ واقعہ ہمیشہ سے میرے حافظہ پر نقش کالحجر کی طرح منقوش رہا ہے۔ یہ واقعہ ٹامر کی تجہیز و تکفین کے بعد نہایت قریب کا تھا۔ اور اس کے ذرا بعد ہی مجھے دُور دراز کے فاصلہ پر ایک مدرسہ میں بھیجدیا گیا۔ کیونکہ مجھے یاد ہے کہ مسٹر ڈی مڈینا اور اسٹھر خود مجھے وہاں لے گئے تھے۔ اور یہ کہ ہم نے دن بھر کرایہ کی گاڑی میں سفر کیا تھا۔ آہا اور اب مجھے یہ بھی یاد پڑتا ہے۔۔۔ ہاں یہ واقعہ میرے دماغ میں شعلے لگا دیتا ہے کہ انہوں نے مجھے چھوڑ کر جانے سے پیشتر مجھے مدرسہ میں رینفورڈ کا نام کبھی ظاہر کرنے کی ہدایت کی تھی۔ کیونکہ اس زمانہ میں میرا اپنا نام چارلس والٹس تھا۔ میں وہاں تین سال تک رہا۔ مسٹر ڈی مڈینا اور اسٹھر مجھ سے اکثر ملنے کو آیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ شادی کے بعد اسٹھر جب کونٹس آف اینڈ ہیمپٹن ہو چکی پھر بھی آیا کرتی تھی۔ پھر ہر چھ مہینے کے بعد تعطیلوں تک کے لیے تعطیلے کو جایا کرتا تھا اور وہاں مسٹر رینفورڈ کو ہمیشہ مسٹر ڈی مڈینا کے مکان میں مقیم اور مہربانی کے ساتھ میری آؤ بھگت کرنے پر تیار پاتا تھا۔ پھر مسٹر ڈی مڈینا کا انتقال ہو گیا۔ اور ہم سب نے اسکا ماتم کیا۔ میں دوسرے سال کیلئے مدرسہ کو واپس گیا۔ اور جبکہ میری عمر دس اور گیارہ سال کے درمیان تھی تو دفعتہً مجھے مکان پر۔۔۔ یعنی مینر ہاؤس واقع نیچلے میں جہاں مسٹر ڈی مڈینا کے انتقال کے بعد بھی مسٹر رینفورڈ ہی کا قبضہ رہا۔ طلب کیا گیا۔ مگر خلاف اُمید وہاں مجھے مسٹر رینفورڈ کی بجائے ایک اور معزز شخص اور ایک بڑھی کے روبرو لے جایا گیا۔ جن میں سے میں نے کسی کو پہلے نہیں دیکھا تھا۔ یہ مسٹر ہیٹ فیلڈ اور لیڈی جارجیانا تھے!!

یہاں وہ نوجوان سوچتا سوچتا ٹھٹکا۔ گویا کہ وہ اپنی تمام قوت متخیلہ کو امکانی طاقت کے ساتھ اپنی زندگی کے اس دور پر جمانا چاہتا تھا۔ جہاں سے ایک لحاظ سے دور جدید کا آغاز ہوتا تھا۔ مگر خیالات اس کی اُن پر ایسے دباؤ ڈالنے والے زور کے ساتھ گھر آئے کہ گویا وہ اُن سے

اپنے ساتھ دوڑاتے ہوئے لے جائینگے۔ اور وہ مسلسل اور ازخود سلسلہ دار ہوجانے والے خیالات کے زیر اثر اس خاموش کیفیت میں جسے وہ خود اپنے لئے دوہرا رہا تھا۔ اس طرح آگے بڑھا:۔
"مسٹر ہیٹ فیلڈ اور لیڈی جارجیانہ کے روبرو جاتے ہوئے میرے ابتدائی خیالات کیا تھے؟ اتنا مجھے یاد ہے کہ اس خاتون نے مجھے سینہ سے لگاکر اشتیاق کے ساتھ بغل گیر کیا۔ میرے بیشمار بوسے لئے۔ یہانتک کہ خوشی سے رونے لگی۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ میں نے اسے اپنی یاد میں کبھی دیکھا پھر اپنی باری پر مسٹر ہیٹ فیلڈ نے مجھے ایسی دلسوزی کے ساتھ بغلگیر کیا کہ گویا وہ مسٹر رینفورڈ ہی تھا۔ جسکے ملنے اور دیکھنے کی مجھے امید تھی میں اس زمانہ میں جب یہ واقعات پیش آئے۔ دس اور گیارہ سال کے درمیان تھا۔ اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مسٹر رینفورڈ اور مسٹر ہیٹ فیلڈ میں غیرمعمولی شاہبت تھی۔ مگر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مسٹر رینفورڈ کے بال بھورے ہوا کرتے تھے۔ اور مسٹر ہیٹ فیلڈ گنجے کانے تھے۔ مسٹر رینفورڈ کے گلمچھے سرخ رنگ کے ہوتے تھے۔ اور مسٹر ہیٹ فیلڈ کے سنگ موسے اجیسے سیاہ رنگ کے تھے۔ ہاں اس وقت میرے یہ خیالات تھے۔ مگر میں خیال کرتا ہوں کہ یہ خام خیالی کے ذریات تھے۔ ان کے باوجود جب میں مسٹر رینفورڈ کا بشرہ یاد کرتا ہوں۔ جو میرے بچپن کے زمانہ میں مجھ پر ایسا مہربان تھا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اس شخص کے بشرہ اور میرے اپنے باپ کے حلیہ میں ایک غیرمعمولی مشابہت یاد کرسکتا ہوں۔ تاہم اغلباً یہ محض خیال ہی خیال ہے۔ اور میں اصل واقعہ پر آنا چاہتا ہوں۔ نہ کہ موہوم خیالات میں پڑنا مگر ذکر اس ملاقات کا تھا۔ جو میری اول مرتبہ ان لوگوں سے ہوئی۔ جو اس زمانہ کے بعد میرے والدین بن گئے ہیں۔ میں ہر نگاہ کو جس سے انہوں نے مجھے مشرف کیا۔ ہر لفظ کو جو انہوں نے زبان سے ادا کیا۔ یاد کرسکتا ہوں۔ انہوں نے اپنے آپ کو میرا ماموں اور ممانی ظاہر کیا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ امیر ہیں۔ اور اس وقت سے مجھے اپنے پاس رکھنا اور

اپنے دالدت کی حیثیت سے تسلیم کرانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا مسٹر رینفورڈ ایک دُور دراز ملک میں آباد ہونے کے لئے بہت لمبے بحری سفر کو چلا گیا ہے جہاں سے وہ شاید کبھی واپس نہیں آئیگا۔ اور وعدہ کیا کہ ہم اُن والدین کی جنہیں تم اپنے بچپن میں کھو چکے ہو۔ اور اس فیاض دوست کی جو اپنے وطن کے ساحل کو چھوڑ کر ہمیشہ کیلئے چلا گیا ہے۔ جگہ پر کر دینگے۔ مسٹر ہیٹ فیلڈ کی آواز۔ طرز طریق اور زبان میں جس سے مجھے مسٹر رینفورڈ کی یاد تازہ ہو گئی تھی۔ اتنا اثر تھا کہ اس واقعہ نے میرے قدیم عزیز محافظ سے محروم ہو جانے کے متعلق میری بڑی حد تک تسکین کر دی۔ اور مزید برآں اس زمانہ میں میری وہ عمر تھی جبکہ مہربانی۔ خوشنما لباس۔ نازبرداری اور منظر کی تبدیلی جو اس کے بعد جلد ہی عمل میں آئی۔ مجھے اُن لوگوں سے مانوس کرنے کیلئے جو مجھے اس قدر نعمتیں دیتے تھے، کافی سمجھے جاتے تھے۔ اسلئے مجھے اندیشہ ہے کہ میں نے مسٹر ہیٹ فیلڈ سے بہت جلد اور بہت زیادہ مانوس ہو کر مسٹر رینفورڈ کی یاد کی ناشکری کی کیونکہ میں اس زمانہ میں یہ شبہ بھی نہ کر سکتا تھا کہ یہ میرا باپ ہے۔ نہ میں نے آجتک یکایک حقیقت کھل جانے سے پیشتر کبھی ایسا خیال کیا۔ مگر آہ! فطرت نے از خود اس جذبہ کو مستعد کر دیا تھا۔ اور مجھے خوب یاد ہے میں کیسا ہشاش بشاش تھا جب اس پہلی ملاقات کے موقعہ پر مجھ سے کہا گیا کہ آئندہ سے تمہارا نام ہیٹ فیلڈ ہوگا۔"

یہاں وہ پھر ٹھہرا گویا اُسے پھر شک ہو گیا تھا۔ آیا وہ اس مسلسل مضمون سے کوئی تفصیلی یادداشت یا واقعہ چھوڑ گیا ہے۔ جسے وہ اپنے ترقی کن خیالات کے دوران میں حتی الامکان مکمل بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی ایسے انسان کیلئے جو خود پوشیدہ رہ کر اس خوبصورت نوجوان کو دیکھتا جو اس وقت جبکہ سب سوئے ہوئے تھے۔ حافظہ کی کوششوں سے بچپن کے زمانہ سے لیکر موجودہ زمانہ تک کے حالات کا خاکہ کھینچنے کے کام میں ذہنت صرف کر رہا تھا تو اس کی حالت دیکھنا گہری دلچسپی کا باعث ہوتا مگر بجز اس کی آنکھ کے جو سب کو دیکھتا ہے اور کبھی نہیں سوتا۔ کسی

کی آنکھ نے اسے نہیں دیکھا۔

اپنے خیالات کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔ "مسٹر ہیٹ فیلڈ اور لیڈی جارجیانا نے مجھے اپنی حفاظت میں لیتے ہی مجھے ساتھ لیکر براعظم کا سفر اختیار کیا۔ فرانس میں سفر کرکے ہم نے کوہستان ایلپس کو عبور کیا اور اٹلی کی پُرفضا سرزمین میں داخل ہوئے۔ علاقہ جات سارڈنیا سے ہم ایسی فرصت کے انداز سے گذرے جس نے ہمیں تمام قابل دید چیزوں کے دیکھنے کی اجازت دی۔ کچھ ہفتوں تک ہم اگرینڈ ڈچی آف ٹسکنی کے صدر مقام فلورنس میں ٹھہرے اور وہاں سے ہم نے روما کی طرف سفر کیا۔ کئی مہینوں تک اس ابدی شہر کو جائے قیام بنائے رکھا۔ مگر ایک نوجوان کی تندرستی کیلئے جو ہمارے ساتھ تھا اور جسکا نام جیکب سمتھ تھا۔ آب وہوا کی تبدیلی کی ضرورت تھی۔ مسٹر ہیٹ فیلڈ کو اس نوجوان سے بہت انس تھا۔ جو اپنی طرف سے میرے والد کے ساتھ نہایت عزت اور احترام سے سلوک کرتا تھا۔ روما کے طبیبوں نے مونٹوپی کی صحت بخش ہوا کی سفارش کی۔ اور اسکے بموجب ہم کیسل سکالا کے صدر مقام کو چلے گئے۔ مگر جیکب سمتھ پر کوئی پنہاں غم حملہ کرتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اور وہ ہمارے دیکھتے دیکھتے مرجھاتا چلا جاتا تھا۔ ہاں اس کے غم کا ایک پوشیدہ سبب تھا کیونکہ مجھے اب اچھی طرح سے یاد آگیا کہ ایک رات کو اس نے سوتے میں خوفناک چیخ ماری۔ جس نے مجھے جگا اور ڈرا دیا تھا۔ کیونکہ میں اس سے قریب کے دوسرے کمرہ میں سو رہا تھا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں اس خوف سے اسکی طرف دوڑا کہ کہیں اس کے کمرہ میں آگ نہ لگ گئی ہو۔ اور قبل اسکے کہ میں اس کو جگاتا۔ اس نے نہایت ہولناک آواز میں چیخ کر کہا۔ "اولڈ میتھو بنجمن بونز۔ میرا باپ! نہیں نہیں!" بعدازاں یہ لڑکا جلد ہی مرگیا۔ اور میں بہت رویا کیونکہ وہ مجھ پر ہمیشہ مہربان رہتا تھا مگر وہ رات کی آواز "اولڈ میتھو بنجمن بونز!" اس کی موت کے بعد تک میری روح کے اندر گونجتی ہوئی معلوم ہوتی رہی۔ گویا کہ وہ ایک خواب گراں کی مبہم یاد داشت کو بیدار کرتی تھی۔ اور یہ بنجمن بونز کا نام ۔۔۔ اور اولڈ میتھو کا خوف تک غائب

"... یہ الفاظ مجھے ایسے ناآشنا معلوم نہیں ہوتے۔ گویا میں نے اُن کو بجُز اس ایک مرتبہ اور جیکب سمنفر کے منہ سے سُننے کے کبھی نہیں سُنا تھا۔ کیا دراصل وہ تمام کسی طریق سے میرے نہایت ابتدائی زمانہ کے حالات سے تعلق نہیں رکھتے تھے؟ کیا میں نے اپنے لڑکپن کے شروع شروع زمانہ میں اُن ناموں کو ادا ہوتے ہوئے نہیں سُنا؟ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں نے سُنا لیکن میں اپنی مشتاق نگاہوں کو اس دھند۔ اس گہری تاریک دُھند میں جو میرے دماغ پر چھائی ہوئی ہے۔ داخل کرنے کی بیہودہ کوشش کرتا ہوں۔ یہی دُھند میرے خیال کو گھٹا کر ایسا مبہم اور موہوم شک بنائے دیتی ہے کہ جس کو میں اپنی تاریخ کا سلسلہ قرار دینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ آہ یہ کیسی فضول کوشش ہے۔ اور اب تک بھی اولڈ ڈیتھ کا نام میرے جسم میں اس قسم کی ایک لرزش پیدا کر دیتا ہے۔ گویا کہ ایک بہت پرانے خیال کا ابھی تک چندی اثر باقی ہے۔ بنجمن بونز کا لقب مجھے اس سے زیادہ آشنا کیوں معلوم ہوتا ہے۔ جتنا میں ممکن طریق پر معلوم کر سکتا ہوں۔ بعض اوقات ایک خفیف سی روشنی ... ان اسرار کی تاریک گہرائی میں روشنی کی ایک خفیف سی جھلک نظر آتی ہے۔ جو دم بھر کے لئے ان تمام باتوں کی توضیح کرنے والی معلوم ہوتی ہے۔ جنہیں میں جاننا چاہتا ہوں۔ مگر جلدی ہی وہ مجھے پہلے سے زیادہ گہری اور تاریک بے یقینی کی حالت میں چھوڑ کر یکایک بجھ جاتی ہے۔"

چارلس ہیٹ فیلڈ نے اپنی پیشانی کو نعد کے ساتھ ہاتھوں سے دبایا گویا وہ تخیل خوابیدہ کو جگانا چاہتا تھا۔ مگر وہ ایسے ایک خیال کو بھی بیدار نہ کر سکا۔ جو اس تاریکی پر جس نے ان دونوں باتوں کے متعلق جس کے ادا کرنے سے اس کی روح لرز جاتی تھی۔ اس کے دماغ کی ہر ایک شے کو گھیر رکھا تھا۔ جو ذرا سی بھی روشنی ڈال سکتی۔

"اس خوفناک جملہ "اولڈ ڈیتھ" کے کیا معنی ہیں؟" اُس نے اپنے آپ سے سو مرتبہ پوچھا۔ "کیا اس کا کبھی بنجمن بونز کے نام سے کسی طرح کا تعلق ہے؟"

کیا یہ جملہ بجائے خود ایک نام بھی ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو کیا اولڈ ڈیتھ اور بنجمن بونز ایک ہی شخص ہیں؟ یہ نام مجھ پر ایسا ناگوار اثر کیوں ڈالتے ہیں؟ گویا میرا دفعتاً ایک سر دھسانپ سے سامنا ہو گیا، میں نہیں جانتا اس کی وجہ کیا ہے... مگر ہے اسی طرح! میں اس رات کا جبکہ غریب جیکب سمتھ نے سوتے میں چیخ ماری تھی۔ جتنا زیادہ خیال کرتا ہوں اتنی ہی زیادہ میری یادداشت اس خوف کے متعلق جس نے اس کو خدا دبا دیا تھا۔ اور اس دلدوز شدید درد کے متعلق جو اسکے لہجہ میں تھا، واضح ہو جاتی ہے اوہ! اولڈ ڈیتھ اور بنجمن بونز کے ناموں میں کوئی خوف کی بات ضرور ڈراؤنی اور خطرناک ہوگی جو اس نوجوان کے دماغ میں چکر لگاتی تھی۔ اور یہ بنجمن بونز غالباً ایک بد... ایک نہائت بدشخص ہوا کرتا تھا۔ مگر میں صیغہ ماضی کیوں استعمال کروں کیا وہ اب زندہ نہ ہوگا؟ المختصر میں اس سے واقف ہی کیا ہوں؟ کچھ نہیں اور تاہم کوئی مجھ سے یہ کہتا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ میں آجکل کے مقابلہ میں کبھی اس سے زیادہ واقف تھا! شائد جب میں بچہ تھا۔ میں نے اس کی نسبت ڈراؤنی باتیں سنی تھیں۔ وہ باتیں جو اپنے پیچھے ایک عام اور نہائت غیر واضح خیال... ایک ایسا خیال جو اس کے حق میں مفید نہیں چھوڑ کر عرصہ دراز سے میرے دماغ سے نکل گئیں۔ پھر مجھے سلسلہ واقعات کے اس حصہ پر زیادہ دیر تک نہیں ٹھہرنا چاہیئے... وہ سلسلہ جسے میں بیشمار خیالات سے مرتب کرنا چاہتا ہوں۔ جو اس وقت تک میرے دماغ میں منتشر رہتے ہیں اور جو اب سے پہلے کبھی جمع اور ترتیب وار نہیں ہوئے۔ ہاں میں ان بے ترتیب یادداشتوں سے کچھ یادداشتیں اور خیالات جمع کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ جو ایک مسلسل اور مرتب تاریخ بنانے کے لیئے کافی ہیں۔ اس کام میں خدا میری رہنمائی کرے۔ اگر اس کی یہی مرضی ہے کہ وہ جلد یا بدیر اُن تمام واقعات کو صاف کردے۔ جو اب تک تاریک ہیں اور میری مراد... میرے فرط اشتیاق کو انتہائی حد تک پورا کرے! مگر میں اپنے متعلق معلوم کرنیکی اس بھڑکتی ہوئی خواہش میں کیوں گھلا جاتا ہوں؟ افسوس!

یہ میری فطرت میں ہے۔ روز گذشتہ کے واقعہ نے دفعتاً میرے اندر یہ استعجاب پیدا کر دیا ہے کیونکہ میں محسوس کرتا ہوں میرا غائبانہ عقیدہ ہے کہ میری پیدائش کے متعلق کوئی راز ہے۔ جس کا کبھی نہ کبھی انکشاف ہونا میرے مقاصد پر زبردست اثر ڈالیگا۔ اور اوہ! اگر یہ ثابت ہوا کہ میں ایک ایسی تحقیقات کر رہا ہوں۔ جو خدا نہ کرے مجھ پر ناجائز اولاد کا دھبہ لگائے اور میری ماں کی بے عصمتی کو روشنی میں لائے۔۔۔ مگر نہیں۔۔۔ نہیں! ایسا نہیں ہو سکتا! ورنہ میرا باپ مجھے کامل یقین نہ دلاتا کہ تمہاری ماں عصمت اور پاکدامنی کا فرشتہ ہے۔ اور وہ کبھی کمزوری اور لغزش کی مجرم نہیں ہوئی ہے۔"

وہ پھر دیر تک۔ اب اپنی جائے نشست سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کمرہ میں کئی منٹ تک ٹہلتا رہا۔ اس خیال سے سخت پریشان تھا کہ میں نے فرط اشتیاق کی پوری باگ چھوڑ کر جس کا اس وقت اس پر پورا غلبہ تھا۔ شاید اپنے مہربان والدین کی خواہش اور فائدہ کے خلاف کارروائی کی ہے۔ مگر باوجود بڑی کوشش کے اس جذبہ کے زور کو نہ روک سکا۔ جو اس سے زیادہ زوردار تھا۔ اور جس نے اس کو اپنے گردابی اثر میں پھنسا رکھا تھا۔

پھر اپنی جگہ پر بیٹھ کر۔۔ پھر اپنے خیالات کی رو کو لیکر اور اپنے ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا کر اس نوجوان نے خیالات کا سلسلہ اس جگہ سے اٹھایا جہاں سے اس نے دفعتاً اس مخفی اور پُراسرار اثر پر غور کرنے کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ جو الفاظ "اولڈ ڈینتھم" اور "ڈینجمن بونز" نے اس پر ڈالا تھا۔

سوچنے لگا "میں اپنے ذہنی سلسلہ کے اس زمانہ پر پہنچ گیا ہوں۔ جب کہ غریب جیکب سمتھ مرا تھا۔ میں اس زمانہ میں تیرہ سال یا تیرہ سال سے کچھ زیادہ کا تھا۔ اور میں اس کے لئے سچے دل سے رویا تھا۔ میں اکثر خوشنما قبرستان میں اس کی قبر پر جہاں اُسے دفن کیا گیا تھا۔ جایا کرتا تھا اور اکثر جب میں صاف و شفاف اور فراخ دریائے ٹیمز ہی کے ساحل پر جاتا جس کے بلوریں کنارہ پر قبرستان واقع تھا۔ تو میں خیال کیا کرتا تھا کہ وہ متوفی نوجوان کون تھا۔ اور کس پُراسرار رشتہ

سے اس کا مسٹر میٹ فیلڈ سے تعلق تھا۔ سالہا سال جبکہ گذر گئے۔ سالہا سال جن میں کوئی واقعہ نہ ہوا۔ جس پر مجھے غور کرنے کیلئے ٹھہرنا پڑے میں بڑا ہوا۔ ہشاش بشاش... اور گذشتہ زمانہ کا گانا ہے بلکہ خیال کرنیوالا روشن اور درخشاں مستقبل جو تمام خوشنما اور سنہری رنگوں سے آراستہ پیراستہ تھا۔ جسکا کوئی آرزومند تخیل وجود قائم کرسکتا ہے۔ میرے خیالات کا موضوع رہتا تھا اوہ! مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ جب میں اٹھارہ اور انیس سال کی عمر کے درمیان تھا۔ تو میں وسیع دنیا کے معاملات سمجھنے... قوموں کی سیاسی حالت کا مطالعہ کرنے ... اور یہ دیکھنے لگا کہ ریاست کیپل سکالا گرینڈ ڈیوک اینجلو کے استبداد کے زیر اثر ضعیف ہورہی تھی۔ پھر مجھے شہرت حاصل کرنے... اپنے زیر کمان فوج رکھنے... اور نہ صرف کیپل سکالا بلکہ تمام اٹلی کو آزاد کرانے کی آرزو ہوئی۔ یہ آرزو میں اسوقت تک جاری رہی یہانتک کہ میں آزادی کا شیدا بن گیا۔ اور گو میں انگریزی نسل سے ہوں۔ تاہم میں صدقدل سے اس زمانہ میں جبکہ گرینڈ ڈیوک اینجلو کی غداری اور ظلم کیوجہ سے صدرمقام کا محاصرہ کرنے اور لوگوں کو سہما دینے کیلئے ریاست میں آسٹریا کی فوج کی مداخلت ضروری سمجھی گئی۔ کیپل سکالا کے فیاض باشندوں کیساتھ ہمدردی کیا کرتا تھا! مگر خدا نے دفعتاً اس خوشنما ملک اور اسکے شریف باشندوں کو دشمن سے بچانے کیلئے ایک بہادر کو بھیجدیا۔ حقیقت یہ ہے کہ کیپل سکالا کا کوئی دیسی باشندہ یا اٹلی کا کوئی وطن پرست رچرڈ مارکھم کی روش کو اتنی بیتابی اتنی دلی آرزو اور اتنے گہرے غور وفکر سے نہیں دیکھتا تھا جس قدر کہ خود میں دیکھتا تھا۔ جب میں اس کے دلی خیر اصول کو سر ہلاتے اور یہ کہتے ہوئے سنتا تھا کہ یہ آئینی معاملہ ممکن طریق پر ایسے نوجوان لیڈر اور ایسے کمزور ذرائع سے کامیاب نہیں ہوسکتا۔ تو میرا خیال کچھ اور ہوتا تھا۔ میری خواہش کچھ اور ہوتی تھی۔ پھر جب پے در پے فتوحات سے اس بہادر کی ترقی کو شہرت ہوئی۔ جب آئینی فوج کو اسٹیلا پیا سیرا اور ایرینٹا نی میں فتوحات حاصل ہوئیں تو میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ فاتح کے سامنے اڑکر پہنچ جاؤں اور اس مہم میں خود بھی تلوار سے کام لینے کی اجازت حاصل کروں۔ مگر ہم تو ایک طرح پر مونٹولی کی چاردیواری میں محصور

تھے۔ جس کا آسٹریا والوں نے محاصرہ کر رکھا تھا۔ اور جبکہ ہمارے چاروں طرف بے چینی اور خطرہ تھا۔ میرا تنہا نتیجہ کے متعلق پختہ اعتقاد رکھتا تھا۔ میرا قیاس غلط نہ تھا۔ رچرڈ مارکہم کے زیر کمان آئینی فوج محاصرہ اٹھانے کو بڑھی۔ اور مونشولی کی دیواروں کے نیچے زمانہ حال کا نہائت خونریز معرکہ ہوا۔ صبح موقعہ ہونے سے لیکر شام تک وہ پُرخوف لڑائی ختم ہوئی۔ اور شام کو معرکہ تمام سر ہو گیا۔ . . مگر اب میں ان واقعات پر کیوں غور کروں۔ جو کچھ ہوا اسکی اپنے آپ کو کیوں تفصیل بتاؤں؟ گرینڈ ڈیوک ریجلو کا فرار . . . البرٹو کا ڈیوک کے تخت پر بیٹھنا۔ اور اس کے بعد رچرڈ مارکہم کا جو پھر پرنس آف مونشولی ہو گیا تھا۔ معہ اپنی حسین بیوی شہزادی اسابیلا کے صدر مقام میں آنا جو اس کا اس قدر زیر بار احسان تھا۔ میں کبھی ان واقعات کو نہیں بھول سکتا۔ پرنس کی آمد پر لوگوں کو جو بے انتہا خوشی ہوئی اور اس کے خسر گرینڈ ڈیوک نے اس روز کو زیادہ اہم بنانے کے لیے پہلی بار پارلیمنٹ کا اجلاس جس دھوم سے کیا۔ یہ سب باتیں ناقابل فراموش ہیں۔ اور اس پارلیمنٹ کا پہلا کام شہزادہ کو تخت کا وارث تسلیم کرنا تھا۔ ساتھ ہی گرینڈ ڈیوک نے اس کو نیپلس سکالا کی فوج کا کپتان جنرل مقرر کیا . . . وہ فوج جس کے ذریعہ سے فتح و ظفر حاصل ہوئی تھی۔ وہ میرے لیے ایک خوشی کا اور قابل یادگار دن تھا۔ جبکہ مسٹر سہیٹ فیلڈ اور لیڈی جارجیانہ کو ٹکٹ چھوڑ آنے کے بعد ناچ کے جلسہ کا دعوت نامہ موصول ہوا۔ جو گرینڈ ڈیوک اور ڈچس نے اپنے داماد اور بیٹی کی واپسی کی تقریب میں منعقد کیا تھا۔ کیونکہ مجھے ان کے ساتھ جنہیں میں اس زمانہ میں اپنا ماموں اور ممانی سمجھتا تھا۔ جلسے کی لطافت میں میں نے پہلی بار اپنے آپ کو شاہی خاندان کے روبرو پایا۔ اور مجھے یہ دیکھ کر کہ اعلےٰ ترین طبقہ میں بھی پوری فروتنی، مروّت اور طور و طریق میں نہائت مہربانی ہوتی ہے۔ غیر معمولی تعجب ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ گرینڈ ڈیوک، البرٹو اور اس کی ڈچس نیز پرنس اور پرنسس آف مونشولی میں یہ صفات بدرجہ اتم موجود تھیں اس زمانہ سے ہی میں ہز رائل ہائینس پرنس کا مداح اور اس کی ذہانت، چال چلن اور شاندار کارناموں کا پُرجوش ثنا خوان بن گیا ہوں۔ میرے نزدیک وہ بجینیئس، بنلچو

بے نظیر بحیثیت مدبر۔ بے عیب اور بحیثیت انسان قابل عزت ہے۔ جس میں ہر ایک ایسی خوبی اور ہر ایک ایسی قابلیت ودیعت ہے۔ جو اس کو نہ صرف ایک ایسے فرد کی حیثیت سے جس نے اپنی اعلےٰ قابلیتوں سے اپنے لئے عزت اور مرتبہ پیدا کی ہو۔ بلکہ اس شخص کی حیثیت سے جو قدرت کی اس امارت کا جو کبھی دنیا نے دیکھی۔ نہایت شاندار نمونہ ہو۔ ممتاز کرتی ہے"۔

نوجوان نے اپنے خیالات میں اس حد پر پہنچکر سر اٹھایا اور جب اس کے چہرہ پر لیمپ کی روشنی پڑی۔ تو آنکھوں میں غیر معمولی جوش اور تابش نظر آئی جو اعلےٰ خواہشات کے باعث دل کے پھول جانے سے پیدا ہو گئی تھی۔

"کیا میں کبھی اپنے آپ کو علویت پر پہنچانے کے قابل ہوں گا؟" اس نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ گویا وہ خدا سے دلی التجا کر رہا ہے "کیا میں کبھی ایسا نام پیدا کرنے کی امید کر سکتا ہوں۔ جسے تمام دنیا عزت اور محبت کے ساتھ ادا کرے گی؟ مگر پہلے" اس نے زور سے اور تیزی کے لہجہ میں کہا "میں اس وفور شوق کی جس نے مجھ پر غلبہ پا لیا ہے۔ تسلی کروں گا! یہ تمام خوفناک اسرار کیوں ہیں؟ میرے والدین۔ مجھے اپنا بیٹا کر کے کیوں نہیں مانتے! اگر میں درحقیقت جائز اولاد ہوں تو اب تک اُن کے بھانجے کی طرح کیوں رہتا ہوں؟ کیا ان کو مجھ سے عار ہے؟ نہیں نہیں اور انہوں نے مجھے وہ نام . . . اُن کا خاص نام ہیٹ فیلڈ" دیا اور اپنی مرضی سے! مگر وہ نیک عورت سارہ وائٹس کون تھی؟ جسے میں ماں کے خطاب سے پکارا کرتا تھا؟ میں اپنے بچپن کے زمانہ میں اس کے سپرد کیوں کیا گیا؟ کیا وجہ تھی۔ کہ میرے والدین نے مجھے دس سال سے اوپر کی عمر کا ہو جانے تک اپنی نگرانی میں نہیں لیا؟ اور وہ مہربان اور فیاض مسٹر رینی فورڈ کون تھا؟ جسے میں اس قدر چاہتا تھا۔ اور جس کا حال میں نے بہت . . . بہت برسوں سے نہیں سنا؟ لو اب مجھے ان اسرار کا حل معلوم کرنا چاہیئے . . . ان تمام سوالات کے جواب! ہاں خواہ کچھ بھی نتیجہ ہو . . . کچھ بھی غارت ہو۔ مجھے اس نقاب کو چاک کر ڈالنا چاہیئے جو میرے گذشتہ زمانہ کے بہت سے واقعات کو میری نظر سے چھپائے ہوئے ہے"۔

چارلس ہیسٹ فیلڈ ان آخری الفاظ کو زور سے ادا کر کے اچک کر کرسی پر سے اٹھ کھڑا ہوا اور پریشانی کے انداز سے کمرہ میں ٹہلنا شروع کر کے تمام موجودہ مبہم اور تاریک واقعات کو صاف کرنے کے بیقرارانہ ارادہ کو دہرانے لگا۔ یہاں تک کہ مراجعانہ اثرات کی بدولت اس کی روح کو ایسا افسوس ہوا جس کے اثر سے وہ فکر اور وسوسے میں پڑ گیا۔

کیونکہ اس نے لیڈی جارجیانہ سے چند گھنٹے پیشتر کہا تھا "میں جانتا ہوں کہ تم میری ماں ہو۔ اور میں کچھ زیادہ معلومات نہیں کرنا چاہتا۔ میں گذشتہ زمانہ کے متعلق تم سے ہرگز ہرگز سوال نہ کروں گا۔ حال کے لطف اور مستقبل کی امیدیں میرے لئے کافی ہیں!"

اور اس نے اپنے باپ سے کہا تھا "مجھے کیا حق ہے کہ میں اپنے ان والدین سے جنہوں نے میرے ساتھ ہمیشہ مہربانی سے سلوک کیا ہے۔ چال چلن کا سوال کرنے کی جرأت کروں؟ میں آپ سے کوئی تشریح نہیں چاہتا۔ میں ہر معاملہ میں آپ کی خواہشات کی تعمیل کرنے پر قانع ہوں!"

چارلس ہیسٹ فیلڈ ایک عمدہ اصول اور اعلیٰ جذبات رکھنے والا نوجوان تھا ان تیقنات کی پختہ نوعیت نے دفعتاً اور زور کے ساتھ اس کے دماغ پر اثر کر کے سخت متاسف کر دیا۔ کہ اس نے ایسے مقدس وعدوں کے توڑنے کا خیال کیا۔

"نہیں نہیں" وہ بے تابانہ انداز سے بولا "میں اپنے والدین کے ساتھ ایسی بدی نہیں کروں گا۔۔۔ میں اپنے آپ کو اپنی نگاہ میں اتنا خفیف نہیں کروں گا مجھے اپنے خیالات سے نپٹنے اور اس بیہودہ استعجاب کو جس نے مجھ پر غلبہ کر لیا ہے کچلنے۔ مغلوب کرنے روکنے دو۔۔۔ دراصل مجھے حال کی شادمانی۔ اور مستقبل کی امیدوں پر قانع رہنا چاہیئے۔ اس نقاب کو چاک کرنا میرا کام نہیں۔ جو گذشتہ زمانہ کو چھپائے ہوئے ہے ہمیشہ سے والدین کے اسرار میرے ہاتھوں کی دراندازی سے اچھی طرح محفوظ رہنے چاہیئں!۔۔۔ میں کس طرح جرأت کرتا ہوں۔۔۔ کیا میں ایسا گستاخ اور خود سر نوجوان ہوں

کہ اپنے والدین کے حالات اور پوشیدہ معاملات کی جستجو کرنے کی جرأت کروں؟"

پھر ایک طرف تو اپنے اوپر غصہ اور ناراض ہوکر اور دوسری طرف اپنے تازہ فیصلہ سے مطمئن ہوکر جو اس نے کرلیا تھا۔ چارلس ہیٹ فیلڈ بستر پر لیٹ جانے کو دوڑا۔ جہاں فکر اور شب بیداری کی خستگی اور تھکان نے جلدی ہی اس کی آنکھوں کے پپوٹوں پر نیند کی مہر لگا دی۔

مگر کیا وہ استعجاب کے جذبات کو جو اس کے اندر بھڑک چکے ہیں کچلنے میں کامیاب ہوجائے گا؟ یا وہ آج رات کی شب بیداری سے ایک بڑی مصیبت کا رستہ تیار کر رہا ہے۔ جو بہت لوگوں پر نازل ہوگی؟ اس کا جواب صرف واقعات آئندہ ہی دے سکتے ہیں۔

باب ۱۲۵ مجوزہ ریلوے

جس روز وہ واقعات جن کا ذکر گذشتہ پانچ باب میں کیا گیا ہے ظہور میں آئے تھے۔ اس کے دوسرے روز صبح کو حصہ ویسٹ اینڈ کے تمام گھنٹوں میں پورے دس بجے تھے۔ کہ مذ مقام کے اس حصہ کے ایک فیشنیبل بازار میں جس کا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔ ایک گاڑی آہستہ آہستہ تیزی کے ساتھ داخل ہوئی۔ اور ایک عالی شان مکان کے دروازہ پر ٹھہری۔ معاً مسٹر بیلشن سٹاٹلز اپنے ہاتھ میں کاغذات کا ایک بڑا سا پلندہ لئے ہوئے کودا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ تم مجھے ٹھیک دس بجے یہاں نہ پہنچا سکو گے"۔ اس نے گھبی والے کو بچشم عتاب ملامت کرتے ہوئے کہا۔

"یہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ کیا میں نے آپ کو ٹھیک دس بجے نہیں پہنچایا؟" گاڑیبان نے متعجب اور ناراض ہوکر باواز کہا "دیکھئے شہر کے اس حصہ کے ہر ایک گھنٹہ میں ابھی دس ہی تو بجے ہیں"۔

"دس بجے ہیں" مسٹر شاٹلز نے اپنی گھڑی نکالتے ہوئے کہا "دیکھتے نہیں ہو۔ اب دس بجکر سوا منٹ اوپر ہوگیا ہے۔ خیر یہ لو تمہارا کرایہ ہے"۔

کو بسی چیمبرز سے لے کر تمام رستہ کے بس دو شلنگ ہیں گاڑیبان نے بے صبری کے انداز سے نقدی کو اپنی ہتھیلی میں لوٹ پوٹ کرتے ہوئے بڑبڑا کر کہا۔ صاحب یہ بالکل کافی نہیں ہے۔ آپ نے کہا تھا۔ کہ اگر میں آپ کو یہاں ٹھیک دس بجے پہنچا دوں۔ تو آپ تین شلنگ دیں گے ۔ ۔ ۔"

"مگر تم نے یہ وعدہ ایفا نہیں کیا" مسٹر شاکلز نے جلدی سے قطع کلام کر کے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے عالیشان مکان کے زینہ پر تیزی کے ساتھ چڑھ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ جسے ایک ملازم نے فوراً کھول دیا۔ جو ایسی غیر ضروری زرق برق وردی پہنے ہوئے تھا۔ کہ اسے دیکھ کر ایک مدید سے امیر کے محل کا امتیاز کرنے کے لئے کسی بیان کی ضرورت نہ تھی "کیا مسٹر ہاگسن مکان پر ہیں؟" مسٹر شاکلز نے دریافت کیا۔

"جی ہاں۔ اندر تشریف لائیے۔ جناب کا اسم مبارک؟" یہ جلدی کے وہ جملے تھے۔ جو خانہ زاد ملازم کے لبوں سے نکلے۔

" تو پھر کیا آپ ایک شلنگ اور نہ دیں گے" گاڑیبان نے غصہ میں اپنی نشست پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک بھاری کپڑا اپنے گھٹنوں کے اوپر چاروں طرف ڈال لیا۔ حالانکہ موسم گرما کا وسط تھا۔ مگر عادت کی قوت اتنی زبردست ہوتی ہے۔ کہ اس نے اس وقت بھی ٹانگوں پر کپڑا ڈالنے سے تامل نہیں کیا۔

مسٹر شاکلز نے اس حقارت آمیز سوال کا جواب نہیں دیا۔ بلکہ وہ ملازم کو اپنا کارڈ دے کر بٹیس کے عالیشان مکان میں داخل ہوا۔ اور دوسری طرف گھبی اس رفتار سے چلنے لگی۔ جس سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ گھوڑا بھی اپنے آقا کی طرح برہم ہو گیا ہے۔

مکان کا ہال نہایت شاندار تھا۔ مگر ہر چیز نئی تھی۔ مجسمے۔ گملے۔ سنگ مرمر کے پائے فرشی کمروں کے کواڑوں کی ملمع کاری۔ حتیٰ کہ ان ملازموں کی وردیاں بھی جو ادھر ادھر وقت ضائع کرتے پھر رہے تھے۔ سب نئی تھیں۔ مسٹر شاکلز کو ایک چھوٹے کمرہ میں پہنچایا گیا۔ جہاں تصویریں۔ آئینے۔ سامان

یب رکھنے کے تکلفات ۔ سامان ۔ دری ۔ بلکن غرض ہر چیز نئی تھی ۔ اور ان کا روغن مشکل سے خشک ہوا معلوم ہوتا تھا ۔ نہ کھڑکیوں کے فریموں کی چٹین ابھی سخت ہوئی تھی ۔

چند منٹ میں وہ ملازم جو مسٹر شالمز کو اس عرصہ میں تنہا چھوڑ گیا تھا ۔ یہ خبر لیکر آیا ۔ کہ مسٹر پاگسن ابھی آپ سے ملنا چاہتے ہیں ۔ چنانچہ ریلوے کے محبوز کو اس سے آگے ایک وسیع خوبصورت سنگ مرمر کے زینہ سے ہو کر ایک طمطراق کے ساتھ سجے ہوئے دالان کے راستہ ایک عالی شان کمرہ میں لے جایا گیا ۔ جہاں وہ رئیس ایک میز کے قریب بیٹھا ہوا تھا ۔ جس پر ریلوے کے خاکے ۔ خطوط ۔ نقشے ۔ اخبارات ۔ ملاقاتیوں کے کارڈ اور پارلیمنٹ کے قوانین ادھر ادھر بے ترتیبی کی حالت میں بکھرے ہوئے تھے ۔ اگرچہ ان کو قابل تعریف طور پر ارادتاً اس ترتیب سے رکھا گیا تھا ۔

مسٹر بلیٹن شالمز کے دماغ میں محل کی ہر چیز کے نئے ہونے کا خیال ہر ہر قدم پر جو اس نے ہال کے دروازہ سے اس کمرہ تک جس میں وہ اس وقت تھا ۔ رکھا بڑھتا گیا ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مسٹر پاگسن یا مسٹر پاگسن کی بیوی یا دونوں نے تمام انسانی طاقت خرچ کر کے کمروں ۔ زینوں ۔ کھڑکیوں اور دراصل ہر ایک گوشے اور کونے میں امارت کی اتنی شہادتیں جمع کرنے کی کوشش کی تھی جتنی کہ ممکن ہے ۔ قدیم استادوں کی بنائی ہوئی تصویروں نئے چمکدار چوکھٹوں میں جڑی ہوئی اور بغیر ان کی رنگتوں اور مضامین کے خیال کے نہایت بڑی روشنی میں لگی ہوئی تھیں ۔ ہر کمرہ میں دو یا تین ٹائم پیس تھے ۔ مگر چونکہ ان کا وقت ٹھیک نہ تھا ۔ اس لئے جب مسٹر بلیٹن شالمز کو یہاں آئے ۔ ۲ منٹ ہو گئے ۔ اور ذرہ رہ کر ایک آدھ گھڑی دس بجاتی رہی ۔ تو اس سے اس کے پابندی اوقات اور باقاعدگی کے خیالات کو سخت صدمہ پہنچا ۔ مختصر یہ کہ مکان کی مجموعی حالت سے یہی ظاہر ہوتا تھا ۔ کہ اس میں ایسے نو دولت مند آدمی آباد ہیں جن کو مکان کی آرائش یا آسائش کا ذرا بھی سلیقہ نہیں ۔ ان کا مذاق نہایت برا اور ان کے طریق و اطوار گنوارانہ ہیں ۔ اور مکان کو سجانے اور شاندار بنانے

میں انہوں نے جو کچھ بھی کیا ہے۔ وہ اُلٹا ان کی کوششوں کو مضحکہ خیز بنانے والا ہے۔

خود مسٹر پاگسن ایک چھوٹے قد کا۔ موٹا اور گٹھیل آدمی تھا۔ تو ند آگے کو نکلی ہوئی۔ پشت بہت چوڑی اور ٹانگیں نسبتاً بہت چھوٹی۔ سر بدن کے اوپر اس طرح لگا ہُوا معلوم ہوتا تھا۔ گویا قدرت اس کی تیاری میں گردن کا حصہ بنانا بالکل ہی بھول گئی ہے۔ خط و خال موٹے اور بھدے اور اس قسم کے تھے۔ جن میں ذہانت کا بعید ترین اثر بھی نہ پایا جاتا تھا۔ اس کی زبان دہن کی نسبت بہت بڑی معلوم ہوتی تھی۔ اور کلام سے نفرت پیدا ہونا یقینی تھا۔ اور چونکہ ہر وقت اس کے گالوں میں کھانے کے تمباکو کی بڑی مقدار بھری رہتی تھی۔ اس لئے بات کرتے وقت اس میں ایک قدرتی رکاوٹ پیدا ہو جاتا تھا چال ایسی تھی جیسے لڑھینگ پایاب پانی میں جھومتا ہوا چلا کرتا ہے۔ اور کپڑے اگرچہ ایک فیشن ایبل درزی کے سلے ہوئے تھے تاہم بدن پر مطلق زیب نہ دیتے تھے۔ ایمان کی بات یہ ہے کہ اگر اس شخص نے شاہی لباس پہنا ہوا ہوتا۔۔۔ اگر وہ اس ارغوانی پوشش میں بھی ملبوس ہوتا۔ جو شاہانِ روما زیب بر کیا کرتے تھے۔ تو بھی اس کی صورت دیکھ کر ہر شخص یہ کہہ دیتا۔ کہ قدرت نے اس شخص کو اس قسم کا لباس پہننے کے لئے پیدا نہیں کیا۔ یہ ایک ادنےٰ درجہ کا گنوار شخص ہے۔ اور ہر حال میں ایسا ہی رہے گا۔

مسٹر پاگسن نے گمنامی کے درجہ سے نکل کر موجودہ عروج کیونکر حاصل کیا اور اتنی دولت کس طریق پر جمع کی۔ اس کا ذکر ہم تحصیل حاصل سمجھتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اگرچہ نسبتاً وہ ادنےٰ درجہ سے تعلق رکھتا تھا۔ مگر دولت ہاتھ آتے ہی مزاج میں کچھ ایسی برہمی پیدا ہوئی۔ کہ اپنے طبقہ ہی کے خلاف ہو گیا۔ اس دولت ہی کی مدد سے اس نے پارلیمنٹ کی ممبری خرید لی۔ اور پارلیمنٹ کے اندر داخل ہو کر اس نے قدامت پسند فریق کا ساتھ دیتے ہوئے عوام کے خلاف کھلم کھلا مخالفت کا علم بلند کر دیا۔

اگر یہ شخص لبرل فریق میں شامل ہوتا۔ تو اس کی جسمانی بدنمائی اور اس کے

اظہار کی رذالت کو ہماری نظروں میں کچھ اہمیت نہ ہوتی۔ اور ہم اسے ایک قابل تعریف اور صاحب عزت شخص خیال کرتے لیکن یہ شخص اور امرا کی صف میں بیٹھے! ... ایسی بھونڈی صورت حصہ ویسٹ اینڈ کے نفیس ترین اعیان کی ہم جلیس ہو! ... ایسا بد وضع۔ بداطوار بداخلاق شخص شستگی اور شائستگی کی تقلید کی کوشش میں پرستاران فیشن کی نقل اتارنے لگے ... اوہ! یہ باتیں سخت مضحکہ خیز ... اتنی مضحکہ خیز ہیں کہ ان کا ذکر کرتے ہوئے ہم اپنے فطری سکون کو برقرار نہیں رکھ سکتے۔

مانا کہ جس طرح انسان کی صورت کا اچھا یا برا ہونا قسام ازل کے ہاتھ میں ہے۔ اسی طرح مزاج اور عادات کی درستی بھی کسی کے اختیار کی بات نہیں۔ لیکن جس شخص کے طور و طریق گنواروں جیسے ہوں۔ وہ ایسے طبقات میں شامل کیوں ہو۔ جہاں اس کی کمزوریوں کا نمایاں صورت اختیار کرنا اور دیکھنے والوں کو دونوں کا مقابلہ کرنے کے بعد نفرت ہونا یقینی ہے۔ جس کی صورت بری ہو۔ وہ ایسی اکڑ کیوں اختیار کرے۔ کہ جس سے ہر خوددار شخص اسے نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے۔

مگر ذکر مسٹر پاگسن کی دولت کا تھا۔ اس شخص نے اپنا عظیم سرمایہ تعمیرات ریل کی سٹہ بازیوں میں کمایا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس قسم کے قابل نفرت خوشامدی جو ایسے کمزور دل کے مالداروں کے جلو میں رہنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اسے "ریلوے کا شیر" کہا کرتے تھے۔ اگر یہ لوگ اس کے بھاری بھرکم جسم کی وجہ سے اسے "ریلوے کا ہاتھی" یا اس کے طریق و اطوار کی وجہ سے "ریلوے کا ریچھ" یا کم فہمی اور بے عقلی کے باعث "ریلوے کا گدھا" کہتے تو ہم اسے ایک حد تک قابل تسلیم سمجھتے۔ مگر "ریلوے کا شیر" تو وہ بہرحال نہیں تھا۔ جو کچھ بھی ہو۔ یہ "حیوان" تھا جس کے سامنے اس وقت مسٹر ہبلٹن سٹانگر پہنچا۔

اپنی کرسی سے اٹھنے کے بغیر مسٹر پاگسن ممبر پارلیمنٹ نے اس شخص کی طرح جو ناٹک میں بادشاہ کا پارٹ ادا کرتا ہے۔ بڑے رعب کے ساتھ ہاتھ کا اشارہ کیا جس سے عظمت و فضیلت اور پروقار طریق پر مسٹر ہبلٹن سٹانگر سے بیٹھنے

کی درخواست کرتا تھا۔ اس لئے آخرالذکر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔
اب مسٹر پاگسن نے اپنے ملاقاتی کی طرف گھورنا شروع کیا۔ اس سے "ریلوے شیئر" کا منشا یہ ظاہر کرنا تھا۔ کہ میں آپ کی طرف پورے طور سے متوجہ ہوں مسٹر پاگسن نے شستہ اور بااخلاق طریق پر جس میں خوشامد کو زیادہ دخل نہیں تھا۔ کہنا شروع کیا "میرا خیال ہے کہ کل رات آپ کے نام آلڈرمین ٹرائیپس کی طرف سے ایک چٹھی موصول ہوئی تھی . . . "
"اوہ! آہ!" مسٹر پاگسن نے بھاری آواز میں کہا "مجھے یاد آگیا۔ بیشک میرے عزیز اور گہرے دوست مسٹر آلڈرمین ٹرائیپس نے میرے نام ایک چٹھی روانہ کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ارادہ ایک ریلوے کمپنی قائم کرنے کا ہے . . . "
"جی ہاں" مسٹر سٹاکز نے جواب دیا "میرا ارادہ بلاشبہ ایک ریلوے کمپنی قائم کرنے کا ہے۔ اور میں اس کی تجاویز آپ کے روبرو پیش کرنا چاہتا ہوں"
یہ کہتے ہوئے مسٹر پاگسن نے کاغذوں کا وہ بڑا سا پلندہ جسے وہ اپنے ساتھ لایا تھا۔ کھولنا شروع کیا۔
مسٹر پاگسن لاپروائی اور بے توجہی کے انداز سے بولا "خیر آپ کی خاطر سے مجھے ان کاغذات کے دیکھنے میں عذر نہیں۔ لیکن" اس نے اپنی واسکٹ کی جیب سے ایک شاندار گھڑی نکال کر دیکھتے ہوئے کہا "مجھے سوا گیارہ بجے ایک شخص سے ملنا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ ٹھیک وقت پر اس سے مل سکوں"
مسٹر سٹاکز نے اسے یقین دلایا۔ کہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کو غیر ضروری طور پر روکنا نہیں چاہتا۔ اور اپنی تجاویز اور نقشہ جات کو میز پر پھیلا کر اپنے اغراض و مقاصد سرمایہ دار کے روبرو بیان کرنے لگا۔
"بھلا اس کمپنی کا انجینئر کون ہے؟" آخرالذکر نے پوچھا۔ پھر دستاویز کے ایک گوشہ میں نام لکھا ہوا دیکھ کر خود ہی کہنے لگا "اوہ! ڈمرلے! . . . بہت بھلا مانس آدمی اچھا . . . بہت اچھا ہے۔ ابھی چند دن پیشتر میری اس

کے متعلق لارڈ نوڈلش سے گفتگو ہوئی تھی۔ آپ کو معلوم ہوگا ... لارڈ نوڈلش میرے گہرے دوست ہیں۔"

مسٹر سٹانگز نے سرمایہ دار کی تعریف کا اچھا موقعہ دیکھ کر کہا۔ "لارڈ موصوف کو آپ کی دوستی پر بجا طور سے فخر ہونا چاہیئے۔"

"ہاں ... بہرحال نوڈلش میرا بہت ممنون ہے۔" ریلوے کے شیر نے اپنے ایک بوٹ کی طرف اطمینان کی نظر سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "مگر ذکر آپ کی زیر تجویز ریلوے کمپنی کا تھا۔ کیا آپ نے اس کیلئے عمدہ کمیٹی قایم کر لی ہے؟"

"جی ہاں۔ نہائت اعلےٰ درجہ کی۔" شخص مذکور نے سرمایہ دار کے سامنے ادب سے سر کو جھکاتے ہوئے کہا۔

مسٹر پاگسن کہنے لگا۔ "خیر ہم اس کے متعلق بعد میں ذکر کرینگے۔ پہلے دیکھنا یہ ہے کہ اس میں کامیابی کا کہاں تک امکان ہے۔ کیونکہ صحیح اندازہ کرنے کے بغیر کسی کام کو شروع نہ کرنا چاہیئے۔ اور آپ جانتے ہیں مجھے حساب میں خاص مہارت ہے۔ اس کا سرمایہ اسی لاکھ پونڈ ہے اور اس کے چار لاکھ حصے ہیں۔ میں اسے پسند کرتا ہوں۔ فی حصہ ابتدائی رقم داخلہ دو پونڈ دو شلنگ ہے۔ اسے بھی میں درست سمجھتا ہوں۔ اسکے بعد آمدنی اور خرچ کا حساب قابل غور ہے۔ دو ضرب دو چار ہوئے۔ اور چار ضرب دو آٹھ۔ نو ضرب نو اکیاسی اور گیارہ ضرب گیارہ ایک سو اکیس۔ گویا پانچ ہزار کی رقم تو ایک ہو گئی اور دو ہزار کی ایک۔ بہت خوب۔" یہ کہتے ہوئے عظیم سرمایہ دار حساب کرتا کرتا رک گیا۔ اگرچہ یہ حساب مسٹر سٹانگز کے لئے اتنا ہی بعید از فہم تھا جیسے چینی زبان اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ خود مسٹر پاگسن جو۔ یہ حساب میں مصروف تھا، نہیں جانتا تھا کہ میں جو رقوم بیان کر رہا ہوں۔ ان کا اصلی مطلب کیا ہے۔ بہرحال اتنا بڑا سرا حساب کر کے وہ یکایک رک گیا۔ اور اطمینان کے انداز سے کہنے لگا۔ "مسٹر سٹانگز میں کہہ سکتا ہوں ... بیشک میں کہہ سکتا ہوں۔ آپ کو کامیابی ہو جائیگی۔ اور میں ... میں ..."

مسٹر سٹانگز نے اس فقرے کو جسے ریلوے کے شیر نے شرماتے ہوئے

ناکمل ہی رہنے دیا تھا۔ پورا کرتے ہوئے کہا "گویا آپ ہماری کمیٹی کا صدر بننا منظور کرتے ہیں۔ مجھے آپ سے پہلے ہی یہ امید تھی۔ کیونکہ نہ صرف میں بلکہ ساری دُنیا جانتی ہے کہ آپ نے ریلوے کی دُنیا میں اسلئے دلچسپی لینی شروع نہیں کی کہ آپ اس سے کسی طرح کا ذاتی فایدہ اُٹھانا چاہتے ہیں۔ بالکل نہیں آپ کا مدعا۔۔۔ میں خوب جانتا ہوں لوگوں کی بہتری کرنا ہے۔ چنانچہ خود آپ یہی بات بارہا دارالعوام میں کہہ چکے ہیں اور یہی ساری مہذب دُنیا میں مشہور ہے مہاجب من۔ آپ خلقت کی بہتری چاہنے والے پورے فیاض اور سچے محب وطن ہیں۔ اور کبھی کسی ادنےٰ ذاتی خواہش نے آپکے دل پر اثر نہیں ڈالا۔ چنانچہ محض اس وجہ سے اور اس بات کا اشارہ تک نہ کرتے ہوئے کہ پریذیڈنٹ اور ممبران کمیٹی کے لئے پانچہزار حصے مخصوص ہونگے جن کی قیمت ان کے اجراء کے بعد فوراً ہی چڑھ جائیگی۔۔۔ ہاں اس کے متعلق ذکر نہ کرتے ہوئے بلکہ محض اس خیال سے کہ آپ ہر ایک جائز اور عزت دار کام میں مدد دینے کو تیار رہتے ہیں۔ اور کبھی ایسے معاملہ میں حصہ لینے سے دریغ نہیں کرتے۔ جس میں عوام کی بہتری ہو۔ اور پچاس فیصدی منافع حاصل ہوسکے۔۔۔ میں آپ سے بادب درخواست کرتا ہوں۔ کہ آپ گرینڈ برٹش لانگ سٹوڈنیل ریلوے کی کمیٹی کے پریزیڈنٹ بننا منظور کریں"

مسٹر سٹائلز مسٹر پارکس کے منہ کیطرف یہ معلوم کرنے کیلئے دیکھنے لگا کہ میری اس فصیح تقریر کا کیا اثر ہوا ہے؟ اور اس کے بعد جب اس نے اس موٹے بد وضع گنوار صورت شخص کے چہرہ پر اطمینان کی جھلک پیدا ہوتے دیکھی۔ تو اُسے مسٹر پارکس کے عہدہ صدارت قبول کرنیکا اسی قدر یقین ہوگیا جیسے سہ پہر کو تین بجے کر یبی ہال چیمبرز میں کپتان او بلینڈرس اور مسٹر فرنک کرٹس کے چاپ اور شیری اڑانے کے لیے پہنچنے کی امید تھی۔

اور مسٹر بیلفن سٹائلز کا یہ خیال غلط بھی ثابت نہ ہوا۔ اتنا پروقار انداز اختیار کر کے جس قدر کہ اس کے لئے ممکن تھا۔ اور حتی الامکان اچھی انگریزی استعمال کرتے ہوئے مسٹر پارکس نے اپنی منظوری صادر کردی۔ اور مسٹر سٹائلز

اُس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے ایک طویل تقریر کرنے لگا تھا کہ ایک نوکر جس نے بھڑکیلی وردی پہنی ہوئی تھی۔ کمرہ میں داخل ہوا۔

اُس سے مخاطب ہو کر مسٹر پاکسن نے پوچھا "کیوں ٹامس کیا معاملہ ہے؟"

نوکر جس کے چہرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کے وقار کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ کہنے لگا "جناب ایک شخص جو کوئی فسادی معلوم ہوتا ہے۔ بڑے اصرار کیسا تھ کہتا ہے کہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ اور بغیر ملے نہیں جاؤنگا۔

"یہ کہتا ہے؟" ریلوے کے شیر نے سخت متعجب ہو کر کرسی پر پیچھے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ اس کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ اگر کوئی شخص یکا یک اندر داخل ہو کر یہ کہہ دیتا کہ جینیوں نے اس ملک پر حملہ کر دیا ہے۔ تو بھی اس کا تعجب اس سے زیادہ نہ ہوتا۔

"جی ہاں۔ وہ یہی کہتا ہے" نوکر نے جو خوفزدہ معلوم ہوتا تھا۔ کہا۔

مسٹر بیلیش ٹائلر نے اس وقت ظاہرداری کے لئے تھوڑی سی ریاکاری کو کام میں لانا ضروری سمجھا۔ اور اظہار ناراضگی کرتے ہوئے کہنے لگا "میں نے اس قسم کا گستاخانہ کلام عمر بھر میں نہیں سُنا"

مسٹر پاکسن نے جو پہلے سناٹے میں آگیا تھا۔ اب ذرا سنبھل کر کہا "اور کیوں جان کیا وہ شخص جس کا تم ذکر کرتے ہو۔ اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ وہ مجھ سے مل کر جائیگا۔ . . مجھ سے جان . . . مجھ سے مسٹر ٹائلر . . . کیوں بھلا اس کا نام اور پتہ کیا ہے؟"

نوکر نے عرض کیا "اُس نے یہ کارڈ دیا ہے۔ آپ دیکھ سکتے ہیں"

مشہور و معروف ریلوے شیر نے کارڈ کا ٹکڑا جو نوکر نے پیش کیا تھا انگوٹھے اور انگلی میں اس انداز سے لیا گویا وہ کوئی بڑی خطرناک چیز ہو۔ اور اس کے بعد اس پر ایک سرسری نظر ڈال کر اور اُسے ردی کی ٹوکری میں ڈالتے ہوئے اپنی کرخت ناگوار آواز میں کہا "مسٹر کابرنش ہاجنس۔ خیر تو اُس سے مل لینا ہو تو مسٹر ٹائلر آپ بیٹھے رہئے۔ اور دیکھئے یہ اس گستاخ شخص سے کس قسم کا سلوک کرتا ہوں جو اسقدر اصرار کیساتھ کہتا تھا کہ مجھ سے مل کر جائیگا۔"

نوکر یہ اشارہ پاکر اُلٹے پاؤں واپس گیا۔ جیسے لوگ بادشاہوں کے دربار سے واپس جاتے وقت کیا کرتے ہیں۔ اور مسٹر سٹائلز نے بھی یہ کہنا ضروری سمجھا کہ لوگ کتنے دلیر اور ناعاقبت اندیش ہوتے جارہے ہیں کہ اس قسم کے کلمات لکھنے کی جرأت رکھتے ہیں:۔

" دلیر اور ناعاقبت اندیش" ریلوے کے شیر نے ان لفظوں کو دہراتے ہوئے کہا۔ " یوں کہئے نہائت گستاخ اور دیدہ دلیر"۔

" جو بڑے شرم کی بات ہے"! مسٹر سٹائلز نے نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا۔

" جو قطعیً ناقابل برداشت ہے" مسٹر پاگسن نے بلند آواز سے اور زیادہ جامعیت لہجہ میں کہا۔

" میں اسے حد درجہ کی خودسری سمجھتا ہوں"! مسٹر ہیلٹن سٹائلز نے غیر معمولی جوش میں بھر کر کہا۔

" لیکن میں ایسی باتوں کا جلدی ہی خاتمہ کردونگا"۔ ریلوے کے شیر نے میز پر بڑے زور کیساتھ مکا مارتے ہوئے کہا۔ بعض پارلیمنٹ کے آئندہ اجلاس میں ایک مسودہ قانون پیش کرنیکا ارادہ رکھتا ہوں۔ جس سے مشہور لوگوں کو ایسے گستاخ شخصوں سے محفوظ رکھا جاسکیگا"۔

مسٹر سٹائلز نے اظہار پسندیدگی کرتے ہوئے کہا " میں خیال کرتا ہوں آپ کا یہ قانون نہائت مفید ثابت ہوگا"۔

" خدا کی قسم میں انہیں ایک دن میں درست کرکے دکھادونگا" ندرد اس شخص نے بڑے جوش میں بھر کر کہا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اگرچہ اس کے پاس دولت بیشمار تھی۔ لیکن صبر و سکون کا مادہ رتی بھر بھی نہ تھا۔

اتنے میں دروازہ پھر کھلا۔ اور وہی بھڑکیلی وردی پہنے ہوئے نوکر۔ جس کے چہرہ پر غصہ کے غیر معمولی آثار نمودار تھے۔ ہمارے ناظرین کے پرانے دوست مسٹر کلیرنس ڈلیرز کو ساتھ لیکر اندر داخل ہوا۔ یہ بیان کرنا غیر ضروری ہوگا کہ مسٹر ڈلیرز اب پورے شباب میں تھا اور دیکھنے میں ایک نہائت شکیل جوان نظر آتا تھا۔

مسٹر پاگسن نے ایک ثروتمند شخص کے معمولی گستاخانہ رویہ سے کام لیتے ہوئے کہا "اور کہیں صاحب! آپ کیا چاہتے ہیں؟"

کلیرنس نے بڑے استقلال کے ساتھ شستہ لہجہ میں نوکر کی طرف جو دروازہ میں کھڑا تھا، دیکھتے ہوئے کہا "سب سے پہلے تو اجازت دیجئے کہ میں آپ سے اپنے نوکروں کو ادب سکھانے کی درخواست کروں۔ تاکہ اگر کوئی شخص کسی کام کی وجہ سے یہاں آنے پر مجبور ہو۔ تو وہ اس کے ساتھ ادب کا نہیں تو اخلاق کا برتاؤ تو کر سکیں۔ سچ جانئے میں نے بڑے ہی ضبط سے کام لیا ہے۔ ورنہ میری بجائے کوئی اور ہوتا تو اس نوکر کی مرمت کئے بغیر نہ رہتا۔"

"یہ آپ کیا کہتے ہیں؟ ... کیا آپ ایسی جرأت کر سکتے ہیں؟" مسٹر پاگسن نے جوش کی وجہ سے لکنت آمیز لہجہ میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے قابلِ نفرت چہرہ پر ارغوانی رنگت پیدا ہو گئی۔

"حضرت میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص مجھ سے گستاخی کے ساتھ پیش آئے۔ وہ خواہ کوئی ہو میں اس کی اصلاح کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔" دلیرز نے پُرمعنی انداز سے ایسے مصمم طریق پیرایہ تھا کہ وردی پوش نوکر دیکھتے دیکھتے سہما ہوا گیا۔ اور ریلوے کا نمبر فرط حیرت و استعجاب سے لب بستہ ہو کر رہ گیا۔ کیونکہ اس کے اپنے مکان پر اس قسم کا سلوک آج تک کسی نے نہیں کیا تھا۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کلیرنس دلیرز کہنے لگا۔ "ایک عالی خاندان اور تعلیم یافتہ شخص کی حیثیت میں آج تک میرا سلوک اپنے برابر اور اپنے سے کم درجہ کے آدمیوں کے ساتھ اخلاق آمیز رہا ہے۔ اور اس بارے میں دوسروں سے بھی اخلاق کے برتاؤ کی ہی امید رکھتا ہوں۔ گستاخانہ سلوک نہ میں نے آج تک کسی سے کیا ہے اور نہ کسی کی طرف سے برداشت کر سکتا ہوں۔ لیکن خیر یہ ایک ضمنی معاملہ تھا۔ اب میں اپنی آمد کا مدعا بیان کرتا ہوں۔ کئی سال سے میں ارل آف اکلینڈ کے معتمد دوستوں کے زمرہ میں شامل ہوں ..."

"اوہ! آہ! مسٹر ولیبرز! میں سچے دل سے آپ سے معافی کا خواستگار ہوں" ریلوے کے شیر نے اس طرح چونک کر کہا۔ گویا یکایک کسی نے اس کے بھاری جسم کے ساتھ برقی سوئی لگا دیا ہو "مجھے علم نہ تھا۔ کہ آپ لارڈ اسلینگھم کو جانتے ہیں۔۔۔ ورنہ۔۔۔ لیکن مسٹر ولیبرز تشریف رکھئے میں درخواست کرتا ہوں۔۔۔"

"نہیں صاحب اس تکلف کو معاف فرمایئے"۔ کلیرنس نے سرد مہری کے ساتھ کم و بیش حقارت آمیز لہجہ میں کہا۔ کیونکہ اس نے فوراً محسوس کر لیا کہ یہ ادب آمیز سلوک میری ذات سے نہیں بلکہ ایک امیر کبیر کے ساتھ میرے تعلق کی وجہ سے ہے۔ پھر اس نے سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہا۔ "کل سہ پہر کو میں ویسٹرن پراونشل ریلوے کے ذریعہ مضافات سے واپس آیا۔ اور چونکہ مجھے ایک نہایت ضروری کام درپیش تھا۔ اس لئے میں چاہتا تھا۔ کہ ٹرین صحیح وقت پر پہنچ جائے۔ مگر آپ میری تکلیف کا اندازہ اس بات سے کر سکیں گے۔ کہ ٹرین بلاوجہ راستہ میں ایک سٹیشن پر قریباً پون گھنٹہ رکی رہی۔ میں نے فوراً سٹیشن سے اس بارہ میں استصواب کیا۔ اور ٹرین سے اتر کر کلرک سے باصرار کہا کہ ٹرین کو آگے چلانے کا انتظام کیا جائے۔ میری طرح کئی اور شخصوں نے بھی جو اس ٹرین پر سوار تھے۔ اور جن کا وقت نہایت قیمتی تھا۔ اس بات پر زور دیا کہ ٹرین کو اتنے عرصہ تک نہ روکا جائے۔ مگر ہماری کوششوں کا عملی طور پر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اور عذر یہ پیش کیا گیا کہ ٹرین میں ایک ٹوکری پھلوں کی جو مسز ہاگسن یعنی اس ریلوے کمپنی کے پریذیڈنٹ کی بیوی کے پاس جانی ہے۔ رکھوانا مطلوب ہے۔ اب ذرا اس عذر کی معقولیت ملاحظہ فرمایئے۔ اس میں شک نہیں ہے میں صنف نازک کا ادب و احترام اپنا فرض جانتا ہوں۔ لیکن اس خدا اسی بات کے لئے ساری ٹرین کے مسافروں کو تکلیف دینا۔۔۔ یقیناً ایک سخت معیوب طرز عمل ہے۔۔۔"

ان لفظوں سے ریلوے کا شیر بہت بپھرا۔ اور قطع کلام کر کے

کہنے لگا۔ "اور کیوں صاحب ہم نے کیا قصور کیا ہے کہ ہمارے پھلوں کی ٹوکری وقت پر نہ پہنچے؟ خدا کی قسم! آپ لوگ گورنمنٹ کی شکایت کرتے ہیں۔ اگر ٹوکری لادنے کے لئے ٹرین کو گھنٹہ سوا گھنٹہ بھی روکنا پڑتا تو میرے نزدیک ایک معمولی بات تھی۔ ٹرین کا گارڈ اور ڈرائیور اس ٹوکری کو لئے بغیر ٹرین چلاتے تو میں دونوں کو کان سے پکڑ کر ملازمت سے برطرف کر دیتا۔"

اس تودۂ بے ہنر وحشی کے ان گستاخانہ اور بیہودہ کلمات کو سنکر بھی لیبر کے سکون میں فرق نہیں آیا۔ اور وہ بدستور شریفانہ انداز سے کہنے لگا۔ "پھر کیا میں آپ کا مطلب یہ سمجھوں۔ کہ آپ پھلوں کی ایک ٹوکری کی خاطر ٹرین کی ایک سو سے زیادہ سواریوں کی جن میں سے ہر ایک کیلئے وقت ایک نہایت قیمتی چیز تھا۔ تکلیف کو ناقابل نظر اندازی سمجھتے ہیں اور اس معاملہ میں ملازمان ریل نے جو کارروائی کی۔ وہ آپ کی نظروں میں مستحسن تھی؟"

"مست آسان!" ریلوے کے شیر نے جو اس لفظ کے معنی بالکل نہیں سمجھا تھا۔ جوش میں بھر کر کہا۔ "مست آسان ہو یا مشکل میرا حکم یہی تھا۔"

ولیبر کہنے لگا "اگر یہی بات ہے تو میں اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ گورنمنٹ نے ریلوے کمپنیوں کو پبلک کی آسائش کی خاطر جو رعایتیں دی ہیں ان سے بیجا فائدہ اٹھایا جا رہا ہے اور میں اس قسم کی مطلق العنانی کے خلاف بزور اعتراض کرتا ہوں۔ ایسی باتیں انگلستان جیسے آزاد ملک کے ہرگز شایان شان نہیں بلکہ روس یا آسٹریا جیسے ملکوں کو ہی زیب دیتی ہیں۔"

"اوہ! ہوا یہ بات ہے۔" مسٹر پائکسن نے جوش میں بھر کر کہا "سنئے صاحب میں آپ سے کوئی بات چھپا کر رکھنا نہیں چاہتا۔ درحقیقت ہم لوگ جو کمپنی دار ہیں۔ ریلوں کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں۔ وہ ہماری چیز ہیں۔ اور ہمیں اختیار ہے کہ ان سے جو کام چاہیں لیں۔ آپکو معلوم ہے۔ کتنے سو میل ریل میرے زیر اختیار ہے۔ اگر نہ ہو تو آپ کسی راہبر سے معلوم کر سکتے ہیں۔ پھر بھلا مجھے جو حقوق اور اختیارات حاصل ہیں۔ کیا مجھے ان سے پورے طور پر کام نہ لینا چاہیئے ... کیوں مسٹر ٹانکر؟"

"جی ہاں یقیناً وہ آپ کی چیز ہے۔ اور آپ اس سے حسب مرضی کام لے سکتے ہیں۔" شخص مذکور نے اظہار پسندیدگی کرتے ہوئے کہا۔

ریلوے کے شیر نے پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "ظاہر ہے کہ جس شخص کو حقوق اور اختیارات حاصل ہوں۔ وہ ان سے اپنی مرضی کے مطابق کام لے سکتا ہے میں کہتا ہوں یہ تو پھلوں کی ٹوکری کا معاملہ تھا اگر کبھی مسز پاگس کو کسی خاص مقام سے تازہ انڈہ منگانا ہوگا۔ تو اس کیلئے ٹرین روکی جایا کریگی۔ آپ اور لوگوں کی آسایش کا فکر کرتے ہیں بھلا مجھے اس کی کیا پروا ہے۔ لوگ اپنی آسایش اور تکلیف کے خود ذمہ دار ہیں۔ ہم نے ریلوے چلا کر سفری گاڑیوں کا سلسلہ منقطع کر دیا ہے۔ اور اب لوگ مجبور ہیں کہ ریلوے ٹرین میں سفر کریں۔ ممکن ہے کل کو آپ یا کوئی اور شخص کسی ٹرین کی روانگی کے وقت یا راستہ میں لیٹ دیکھ کر اس بات پر آمادہ ہو کہ کمپنی کے خرچ پر مخصوص سفری گاڑی کرایہ پر لیکر سفر کرے ... میں آپکو مشورہ دیتا ہوں کہ ایسا کر کے دیکھئے۔ غالباً آپ اس صورت میں کرایہ کی رقم کیلئے کمپنی پر نالش کرینگے اور پھر دیکھئے۔ ہم آپکو کیونکر برباد کرتے ہیں۔ ہم سے پانچ پونڈ کرایہ وصول کرنے کیلئے سینکڑوں روپے قانونی اخراجات میں صرف نہ ہوں تو میرا ذمہ حضرت بڑی کمپنیوں کے مقابلہ میں اترنا سراسر حماقت ہے۔ اور جو شخص اپنی حماقت کا امتحان کرنا چاہتا ہو وہ ایسا کر کے دیکھ سکتا ہے۔"

اس قدر تقریر کرنے کے بعد ریلوے کا شیر تھک کر خاموش ہو گیا۔ کیونکہ عام طور پر وہ اتنی لمبی تقریر کا عادی نہیں تھا۔

مسٹر ولبرز نے ان فقرات کو جو نہایت گستاخانہ لہجہ میں کہے گئے تھے شریفانہ خاموشی اور سکون کیسا تھ سنا۔ اور اسکے بعد کہنے لگا "صاحب من اگرچہ اس بیجا تاخیر کیلئے جو کل میری ٹرین کو پیش آئی۔ آپ نے کوئی قابل قبول عذر پیش نہیں کیا۔ تاہم میں اسے موجب اطمینان سمجھتا ہوں کہ مجھے آپکا نیاز حاصل ہو گیا۔" یہ فقرہ اس نے طنزاً کہا اور اس کے بعد سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہنے لگا "مجھے یہاں آکر ایک خاص سبق حاصل ہوا ہے۔ جس کی بابت میں

انگریزہ نہ تھی۔ یعنی مجھے معلوم ہو گیا کہ جو لوگ اوسط طبقہ سے ترقی کر کے دولتمند بن جائیں۔ وہ انہی لوگوں کے مخالف ہو جاتے ہیں۔ جن سے کبھی ان کا تعلق تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ تنگدل اور خود پسند شخصوں کے ہاتھ میں اختیارات دینا عوام پر ظلم دانستہ کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ حضرت مجھے آپ کی دولت کی پروا نہیں۔ نہ اس بات کی ہے کہ آپ کا حکم سینکڑوں میل تک ملازمان ریل پر چلتا ہے۔ اس کے علاوہ میں اس خود پسندی کی بھی پروا نہیں کرتا۔ جو آپ کے اندر قابل نفرت خوشامد اور چاپلوسی سے پیدا ہو گئی ہے۔ کیونکہ میری نظروں میں غریب سے غریب مزدور بھی جس کے دل میں بنی نوع انسان کا درد ہو۔ آپ کی نسبت زیادہ قابل قدر ہے۔

یہ الفاظ وحشیانہ انداز سے نہیں بلکہ مستقل مزاجی کے ساتھ کہہ کر کلیرنس ولیمز ریلوے کے شیر کو اس کی حالت پر چھوڑ کر وہاں سے رخصت ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کلیرنس کی طنز آمیز گفتگو نے اس شیر کی ساری دلیری کو سرد کر دیا ہے۔ اور اس وقت وہ ایک بکری سے بھی زیادہ خوفزدہ نظر آتا تھا۔

مسٹر ہیلٹن شانکز ان سب باتوں سے دل میں تو بہت خوش ہوا۔ مگر ظاہرداری کے لئے کہنے لگا۔ میں نے اپنی عمر میں کبھی ایسا گستاخ اور دیدہ دلیر شخص نہیں دیکھا۔

مسٹر پاکسن نے کہا۔ میں ان اوسط طبقہ کے لوگوں کو بالکل حقیر سمجھتا ہوں۔ اور ان کی باتوں کو دیوانے کی بڑ سے زیادہ قابل وقعت نہیں سمجھتا۔ لیکن کیا ہوا۔ دیکھتے جائیے۔ ہم انہیں جلدی ہی سیدھا کر لیں گے۔ ... کیوں مسٹر شانکز؟

یہ کہتے ہوئے ریلوے کے شیر نے اپنی بھدی انگلیوں کو مسٹر شانکز کے پہلو میں گھونپ دیا۔ اور پھر یہ دونوں مل کر تھوڑی دیر تک قہقہہ لگاتے رہے۔ پاکسن کا قہقہہ بلند آواز کا ہو! ہو! ہو! قسم کا تھا اور مسٹر شانکز کا خوشامدانہ اور مطیعانہ ہی! ہی! ہی! قسم کا۔

اس طرح باہم تصفیہ کرنے کے بعد مسٹر پاکسن اور مسٹر شانکز نئی ریلوے سکیم کے متعلق تقریباً پاؤ گھنٹہ گفتگو کرتے رہے۔ اور جس وقت آخرالذکر رخصت

چلا تو وہ اپنی ملاقات کی کامیابی پر بہت خوش تھا۔

سہ پہر کے تین بجے کپتان اولبینڈلیس اور مسٹر کریش کراسی ہال چیمبرز میں سٹانگز کے دفتر میں پہنچے۔ چنانچہ نواحات کے گرجوں کا گھنٹہ ٹھیک تین بجا رہا تھا کہ انہوں نے دفتر کے اندر قدم رکھا۔ جہاں مسٹر سٹانگز گھڑی ہاتھ میں لئے ان کا منتظر بیٹھا تھا۔

"بہت خوب" اس نے گھڑی کو جیب میں داخل کرتے ہوئے کہا "میں بہت خوش ہوا کہ آپ کاروباری طریق سے صحیح وقت پر آئے ہیں۔ دیکھ لیجئے گرما گرم چاپ تیار ہیں۔ اور شیری بھی اوّل درجہ کی حاضر ہے"۔

یہ کہتے ہوئے وہ کھانے کی میز پر بیٹھ گیا۔ اور دونوں مہمان بھی اس کے قریب ہی نشست پذیر ہوئے۔ دیکھتے دیکھتے دسترخوان سے چاپ اور شراب غائب ہو گئی۔ یہاں تک کہ کاروبار کی طرف رجوع کرنے سے پیشتر ایک اور بوتل کھولنی پڑی۔

آخرکار مسٹر سٹانگز نے کہا "صاحبان! میں اپنی کمپنی کے صدر اور ریلوے کے شیر مسٹر پاگسن کا جامِ صحت تجویز کرتا ہوں"۔

"کیا آپ کا یہ مطلب ہے ....؟" مسٹر کریش نے متعجب ہو کر کہا۔

مگر کپتان نے جلدی ہی قطع کلام کر کے کہا "فرینک تم چپ رہو اور مسٹر سٹانگز جو کہنا چاہتے ہیں۔ کہنے دو۔ میرے یار ہمارا کام جامِ صحت پینا ہے۔ اور بس"۔

"نئے کمپنی صدر نے کہا یہ صاحبان! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وعدہ جو میں نے کل آپ سے کیا تھا۔ پورا ہو گیا۔ یعنی مسٹر پاگسن نے ہمارا صدر بننا منظور کر لیا ہے"۔

"ہرے" فرینک کریش نے زور سے کہا۔

"ہرے...!" کپتان اولبینڈلیس نے بھی گرج کر کہا۔

مسٹر سٹانگز کہنے لگا "حضرات! معاملہ فی الحقیقت طے ہو گیا ہے اور

اب دوسرا سوال جس کی طرف میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ ہے [illegible]

ہے جس کا ایک پروف مجھے مطبع والوں کی طرف سے موصول ہو چکا ہے۔ وہ تو اب تک چھپ کر بھی تیار ہو چکا ہوتا۔ دیر اس وجہ سے ہو گئی کہ بیوار طبیئے شیئر کے دفتر میں ایک گھنٹہ زائد خرچ ہو گیا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ ایسے شخص کے ساتھ ملاقات کرتے ہوئے مجھے چنداں جلدی نہیں ہوتی۔"

یہ الفاظ مسٹر شائلز نے پُرمعنی طریق پر مسکرا کر کہے۔ پھر وہ پراسپکٹس کا پروف پیش کر کے کہنے لگا "دیکھ لیجئے۔ کیا شاندار پراسپکٹس تیار کیا ہے۔ ایسا پھڑکیلا کہ اسے دیکھ کر دریائے ٹیمز میں بھی آگ لگ جائے۔ ایسے شاندار وعدے اور اتنی روشن امیدیں کہ بہت کم کسی کی طرف سے پیش ہوئی ہوں گی۔ اور لطف یہ ہے کہ کمیٹی میں تیس ایسے نام شامل کئے گئے ہیں جو سربرآوردہ آلڈرمین، تاجروں، ممبران کونسل اور شرفا کے ہیں۔"

فرینک کرٹس اس دستاویز پر سرسری نظر ڈال کر کہنے لگا۔ "خدا قسم دیکھیے تو ان میں نصف کے ناموں کے ساتھ الیف۔ آر۔ ایس کے حروف لگے ہوئے ہیں۔ مگر کیوں صاحب اس دُم چھلّے کے معنی کیا ہیں؟" اور پھر ذرا اور آگے پڑھ کر وہ فرطِ حیرت سے کہنے لگا۔ "اوہ! اوہ! یہاں تو خاکسار کا نام بھی درج ہے۔ لکھا ہے۔ سکرٹری فرانسس کرٹس اسکوائر ایف۔ آر۔ ایس ایم اے۔ ایم۔ ایس۔ ایل۔ ایس وغیرہ وغیرہ؛ کیوں مسٹر شائلز یہ کیا بات ہے؟"

شخص مذکور بڑے اطمینان کے ساتھ کہنے لگا "حضرت جوش میں آنے کی بات نہیں۔ یہ حروف ان اعزازوں کے ہیں۔ جو آپ کے نام سے مخصوص کئے گئے ہیں۔ چنانچہ آپ کو فیلو آف دی رائل سوسائٹی ماسٹر آف آرٹس اور ممبر سعیبل لنڈ سوسائٹی ظاہر کیا گیا ہے۔ اور پھر آخر میں وغیرہ وغیرہ جو لکھا ہے۔ وہ ان حروف کی اہمیت کو اور بھی دوبالا کر دیتا ہے۔"

فرینک کرٹس مسٹر شائلز کی طرف معنی خیز تعجب سے دیکھ کر کہنے لگا "لیکن میرے دوست آپ نے مجھے اتنے خطابات دے رکھے ہیں حالانکہ میں حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہوں۔"

"مضائقہ نہیں" مسٹر سٹائگلز نے بڑے سکون کے ساتھ جواب دیا۔ مجھے یہ بات بخوبی معلوم ہے۔ اور اسی طرح جن آلڈرمن اور ممبران کونسل کے پیچھے ایف۔ آر۔ ایس کے حروف لکھے گئے ہیں۔ وہ بھی حقیقت میں کوئی خطاب یا ڈگری نہیں رکھتے۔ اور شاید اے۔ ایس۔ ایس (گدھا) سے زیادہ کسی ڈگری کے مستحق بھی نہیں ہیں۔ مگر آپ جانتے ریلوے کمپنیوں کی قائمی میں ایسی باتیں کرنی ہی پڑتی ہیں۔ اور اگرچہ کوئی آلڈرمین کسی غریب شخص کو اس جرم میں جیلخانہ بھیج سکتا ہے۔ کہ اس نے لوکس کی بجائے اپنا نام جونز ظاہر کر کے مال خریدا۔ تاہم خود اپنے نام کے ساتھ اسے کوئی فرضی حرف لگانے میں ذرا عار نہیں ہوتی۔ اب اس آلڈرمین ہگز کو ہی دیکھئے جتنی ریلوے کمپنیوں کی فہرست میں اس کا نام درج ہے۔ سب میں اس کے نام کے پیچھے ایف۔ آر۔ ایس وغیرہ وغیرہ لکھا ہوگا۔ اس سے بھی زیادہ اس گدھے آلڈرمین من کا معاملہ ہے۔ جو اسی قسم کے حروف اپنے نام کے پیچھے لگالیتا ہے۔ ایسے حالات میں اگر فرنیک کرٹس اسکوائر۔ یا کپتان گورمن اور بلنڈلس کے ناموں کے پیچھے ایسے حروف لگادئے جائیں۔ تو کیا ہرج ہے؟"

اس تشریح سے ہر دو احباب کا اطمینان ہوگیا۔ اور انہوں نے پے در پے شراب کے کئی جام اڑائے۔

اب مسٹر سٹائگلز کہنے لگا "میں نے کمپنی کو باقاعدہ طور پر رجسٹر کرا دیا ہے۔ اور تھوڑی دیر پیشتر ڈمرلے یعنی کمپنی کے انجنیئر سے بھی ملاقات کی تھی۔ یقین جانئے میں نے بیکار وقت ضائع نہیں کیا۔ اور ڈمرلے اب اس بات کا حلف لینے کو تیار ہے۔ کہ وہ جنوبی انگلستان سے لیکر سکاٹ لینڈ کے شمال تک ساری لائن کی پیمائش کر چکا ہے"!

"مگر یہ کیونکر ممکن ہے؟" فرنیک نے پھر متعجب ہو کر پوچھا۔ کیونکہ اگرچہ چھوٹے چھوٹے معاملات میں وہ بھی بڑا مکار اور چالاک تھا۔ مگر ایسی بھاری دہوکہ دہی میں طفل مکتب ہی تھا۔ بلکہ آپکو تو اس تجویز کا خیال ہی چند دن

پیشتر آیا تھا۔ پھر کیونکر ممکن سمجھا جاسکتا ہے کہ اس قدر سے عرصہ میں اس نے یہ سارا فاصلہ طے کرکے اس کی پیمائش بھی کرلی ہو؟"

مسٹر ٹاملز کہنے لگا۔ "فرینک تم ان معاملات میں ابھی بالکل کچے اور سبز ہو۔"

"سبز" کپتان اوبلنڈلس نے چونک کر کہا۔ "یسوع کی قسم! اور کئی معاملات میں میرا دوست فرینک اتنا ہی سبز ہے۔ جیسے میرے وطن کے زمردی جزائر۔ لیکن مسٹر ٹاملز۔ آپ اسے جلدی ہی روشن دماغ بنادیں گے۔ اس کا مجھے پورا یقین ہے۔"

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے مسٹر ٹاملز نے کہا۔ "ڈمرلے بہت نیک آدمی ہے۔ میں نے آج ہی سہ پہر کو اس سے کہا تھا کہ میں نے تمہیں اپنی کمپنی کا انجنیئر بنادیا ہے۔ اور اس تقرر کو پاکسن نے بھی پسند کیا ہے۔ وہ کہنے لگا۔ اچھا! میں نے اس سے کہا۔ اگر کمپنی کو مراعات دینے کے قانون کی مخالفت کی گئی۔ تو کیا تم اس بات کا حلف لوگے کہ میں نے ریلوے لائن کے اس حصہ کی جس کی نسبت اعتراض کیا جائے۔ پیمائش کرلی ہے؟ اس نے جواب دیا۔ یقیناً۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔ تم اس بات کا بھی حلف لوگے۔ کہ تمہاری پیمائش ہر لحاظ سے مکمل اور درست ہے؟ وہ کہنے لگا بلاشبہ۔ میں نے اسے پانچ پونڈ کا ایک نوٹ دیا۔ اور کہا۔ اب تم صحیح کاروباری طریق پر پیمائش کے نقشے ایسے تیار کرو کہ کسی کو اعتراض کی گنجائش ہی نہ رہے۔ ڈمرلے پانچ پونڈ لیکر بہت خوش ہوگیا۔ اور اب سمجھ لو کہ سارا معاملہ سراسر ہمارے حق میں ہے۔۔۔ مگر اوہ! پانچ میں صرف تین منٹ باقی رہ گئے۔ اور ٹھیک پانچ بجے مجھے فلاور پاٹ کے اڈا سے گاڑی پر سوار ہونا ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے پھر ایک بار اپنی گھڑی کی طرف دیکھا حالانکہ گذشتہ پاؤ گھنٹہ میں وہ رہ رہ کر قریباً سو مرتبہ گھڑی کو دیکھ چکا تھا۔ یہ اشارہ پاکر فرینک کرٹس اور کپتان اوبلنڈلس اپنی جگہ سے اٹھے اور ریلوے کمپنی کے مجوز نے انہیں اپنے ساتھ کیمبرج ہیتھ گیٹ تک

گاڑی میں سوار کیا۔ جہاں اس کا سکونتی مکان واقع تھا۔

باب ۱۲۶ چارلس ہیٹ فیلڈ کی الجھن

ایک سو چھبیسویں باب کے خاتمہ پر ہم نے سوال اٹھایا تھا۔ کیا چارلس ہیٹ فیلڈ ان جذبات الشتعجاب کو فرد کرنے میں کامیاب ہوگا جو اس کے اندر پیدا ہوئے تھے؟

اب ہمیں اس سوال کا افسوس کے ساتھ نفی میں جواب دینا پڑتا ہے۔ اس کے والدین نے اس کی ذات کے متعلق جو الفاظ کہے تھے۔ ان کی بدولت ایک لمحہ کے لئے خیالات علوی اس کے جذبات سفلی پر غالب آگئے تھے۔ اور ان کے زیر اثر وہ اپنی اس خواہش کو رد کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ جو زمانہ ماضی کے اسرار حل کرنے کی نسبت اس کے دل میں اٹھ رہی تھی۔ مگر کمرہ کی تنہائی اور رات کے سناٹے میں وہ پھر اپنے ان ادنٰے جذبات کو فرد نہ کرسکا۔ کوئی طاقت اسے ان اسرار کے حل پر مجبور کر رہی تھی۔ جو اس کے عہد طفلی سے تعلق رکھتے تھے۔

چنانچہ ہم پھر دیکھتے ہیں کہ اس وقت جبکہ سارے مکین سو رہے ہیں۔ اکیلا وہی اضطراب اور پریشانی کی حالت میں اپنے کمرہ کے اندر ٹہل رہا ہے۔ اور اس کے سینہ میں مختلف خیالات کے اندر ایک زور دار جد وجہد ہو رہی ہے۔

پھر اس کے اندر یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اپنے زمانہ طفلی کے واقعات پر غور کروں۔ اور اپنے حافظہ پر زور دیکر معلوم کروں کہ کہیں کوئی ایسا واقعہ تو نہیں جو اب تک نظر انداز ہوگیا ہو۔ وہ اس عہد کی خاطر جو اس نے اپنی ماں سے کیا تھا۔ اس یقین کی خاطر جو اس کے باپ نے دلایا تھا۔ اس ترغیب اور تحریص کو فرد کرنا چاہتا ہے۔ مگر اس پر غالب نہیں آسکتا۔ فطرت انسانی میں ہزارہا کمزوریاں ہیں۔ اور اسکی فطرت

ان کمزوریوں سے جالانز نہیں اس کی بجائے کوئی اور شخص زیادہ زوردار قوت ارادی رکھنے والا ہوتا۔ تو شاید وہ اپنے ان خیالات کو روک سکتا مگر اس کی قوت ارادی اتنی زوردار نہ تھی۔

پس خیالات کے اس بہاؤ کی مدد سے بے اختیار ہو کر وہ پھر اسی فکر میں محو ہو جاتا ہے۔ جس میں اس نے اس سے پہلی رات صرف کی تھی۔ اور آخرکار اپنے دماغ پر بے حد زور ڈال کر۔۔۔ اتنا کہ معلوم ہوتا تھا۔ اس کے لچھی ریشے اس دباؤ کو برداشت نہ کر کے شکست ہو جائینگے۔ وہ اس کے پوشیدہ خانوں میں ایک قسم کی روشنی پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ یعنی ایک زبردست اور تکلیف دہ کوشش سے کام لیکر اسے جیمز برنز کے نام اور ٹامر کے قتل میں تعلق قایم کرنے میں کامیابی ہو گئی۔

یکایک چارلس ہیڈ فیلڈ کو یاد آ گیا کہ اس نام کا اس خوفناک واقعہ سے کچھ نہ کچھ تعلق ہے۔ اسے اتنا تو یاد آ گیا کہ بچپن میں میں نے اس قسم کے بعض واقعات سنے تھے۔ مگر ان واقعات کی مفصل کیفیت کیا تھی۔ یہ بات باوجود بڑی کوشش کے اس کے ذہن میں تازہ نہ ہوتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے ان واقعات نے اس کے دماغ پر جو اثر ڈالا۔ وہ شروع میں ہی بالکل مبہم تھا۔ اور چارلس کو یاد آ گیا کہ میرے متعلقین نے بڑی احتیاط سے کام لیکر اس قتل کی تفصیلات کو حتی الامکان مجھ سے چھپائے رکھا تھا۔ اور اس وقت میری طرف سے اس بارہ میں کوئی سوال بھی پوچھا گیا۔ تو اس کا جواب ایسے طریق پر دیا گیا۔ جو پہلو تہی کرنے والا تھا۔

جس وقت اس نئی یاد کو دل میں لیکر وہ اپنے کمرہ میں بے چینی کے ساتھ ٹہل رہا تھا۔ اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں اس قتل کی تفصیلات سے جس کی اب میرے ذہن میں صرف ایک مبہم سی یاد باقی ہے۔ بآسانی پورے طور سے خبردار ہو سکتا ہوں۔ چونکہ وہ ایک عرصہ دراز تک براعظم یورپ میں رہا تھا۔ اسلئے کبھی اسے کوئی کتاب جس میں انگلستان کے خوفناک جرائم کا تذکرہ ہو یا اخبار کے پرانے فائل دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اور اصل یہ ہے

کہ آج تک اس کا خیال بھی کبھی ایسی باتوں کی طرف رجوع نہیں ہوا تھا۔ مگر اب اسکے دل میں قدرتی طور پر یہ خیال پیدا ہوا کہ اس بارہ میں مفصل معلومات حاصل کرنے کے لئے کسی اخبار یا رسالہ کے پرانے پرچے دیکھنے چاہئیں۔
یہ خیال دل میں پیدا ہوا ہی تھا کہ اسے عمل میں لانے کی تجویز بھی ذہن میں تازہ ہو گئی۔ اسے یاد آیا کہ مکان کے کتب خانہ میں رسالہ "دی اینوئیل رجسٹر" کا مکمل سٹ موجود ہے۔ جس میں سال بھر کے تمام اہم واقعات کا خلاصہ پوری ترتیب کے ساتھ درج ہوا کرتا تھا۔ اس رسالہ کے پرچے اس کے آغاز سے لیکر اس وقت تک سب کے سب کتبخانہ میں جمع تھے۔
اور اب جس وقت اس نے سوچا کہ وہ وقت آ گیا ہے۔ جب میں اس واقعہ کی جس کا میرے بچپن سے اہم تر تعلق ہے۔ پردہ راز سے نقاب کشائی کر سکوں گا، تو اس کے بدن میں کچھ ایسا اثر پیدا ہوا جس نے سر سے پاؤں تک اس کے اندر لرزہ پیدا کر دیا۔ اور اسے سانس رک رک کر آنے لگی۔
وہ اس واقعہ کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ خصوصاً اس لئے کہ جب تک وہ ٹامر کے زیر حفاظت رہا۔ وہ اسے ماں کی طرح ہی سمجھا کرتا تھا۔
اس کے دل میں ایک گہرا اور مبہم خیال اس بارہ میں پیدا ہو گیا کہ میں کسی عجیب و غریب دریافت کی ابتدائی منزل تک پہنچ چکا ہوں۔ کوئی نہایت اہم راز عنقریب مجھ پر منکشف ہونے والا ہے۔ اور ہر چند کہ وہ وہم پرست نہیں تھا۔ تاہم وہ اس راز کی پردہ دری کو ایک قسم کے مبہم خوف اور دلی تشویش کے ساتھ دیکھتا تھا۔
شمع ہاتھ میں لیکر وہ دبے پاؤں اپنے کمرہ سے باہر نکلا۔ اور خوشنما اور فراخ زینہ سے ہوتا ہوا ایک لمبے دالان سے گذر کر جسکے کھر بجوں میں گذشتہ صدی کے نوادرات جمع تھے۔ وہ اس مکان کی وسیع لائبریری میں داخل ہوا۔
کتب خانہ کے دروازہ پر دونوں جانب دو قد آدم سنگ مرمر کے بت کھڑے رہا کرتے تھے۔ مگر اس وقت رات کی تاریکی اور شمع کی دھندلی روشنی میں ان کو وہاں دیکھ کر چارلس مبہوت ہو گیا۔ اس لئے نہیں کہ اسنے ان بتوں کی

موجودگی کا علم نہ تھا۔ نہ اس لئے کہ وہ انہیں دیکھ کر خوف زدہ ہوگیا۔ بلکہ اس وجہ سے کہ اس وقت اس کی طبیعت میں وہم کا مادہ پیدا ہو چکا تھا۔ اور اس لئے بھی وہ ایک خوفناک قتل کی واردات کے تفصیلی حالات معلوم کرنے چلا تھا۔

جلدی ہی سنبھل کر اور اپنے خوف پر خود ہی شرمسار ہوکر وہ یلا تال کتب خانہ کے اندر داخل ہوا۔ اس نے احتیاط کے ساتھ دروازہ بند کر لیا۔ اور اس کے بعد ایک خاص الماری کے قریب جاکر اس نے انیویل رجسٹر کی جلد بابت ۱۸۲۷ء اتار لی۔

ایک منٹ سے بھی کم عرصہ میں وہ اس کتاب کو کھول کر میز کے قریب بیٹھ گیا اور بڑے حریصانہ انداز سے اس کے مضمون کو دیکھنے لگا۔

مگر اے آسمان!... کیا بات ہے۔ کہ وہ اس طرح چونکا؟... کونسی بات اسے معلوم ہوئی جس نے یکایک اسے لرزہ براندام کر دیا؟

وہ راز جو اسے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ معلوم ہوا۔ یہ تھا۔ کہ رین فورڈ ایک رہزن تھا۔ جسے ہارس مونگر لین کے جیلخانہ میں پھانسی پر لٹکایا گیا۔ اس کے بعد اسے کسی خاص عمل سے جس کا راقم مضمون کو علم نہ تھا۔ از سر نو زندہ کیا گیا۔ اور وہ لندن میں عرصہ تک ایک حبشی کے بھیس میں آباد رہا۔ اس نے جو جرم کئے تھے۔ ان کے متعلق امرالامرا کی طرف سے اسے معافی دیدی گئی یہ تفصیلات ٹامر کے قتل کے بیان میں ضمناً درج تھیں۔ اور خود ٹامر کی نسبت لکھا تھا۔ کہ وہ رین فورڈ کی بیوی تھی۔ اب اول مرتبہ اسے معلوم ہوا کہ بنجمن بونز کے نام کا بدنصیب یہودن کے قتل سے کس قدر خوفناک تعلق ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ بنجمن بونز اور اولڈ ڈیتھ ایک ہی شخص کے نام ہیں۔ ان تفصیلات کو پڑھکر وہ سر سے لیکر پاؤں تک نمایاں طریق پر کانپا۔ اور اس نے اس جرم کے حالات کو غیر معمولی تیزی کے ساتھ پڑھا۔ جس کا ارتکاب ۱۹ سال پیشتر ریڈ لائین سٹریٹ۔ کلرکن ویل کے مکان کے تہ خانہ میں ہوا تھا۔ مگر جو کچھ اس نے اس رسالہ میں پڑھا۔ اس سے چارلس ہیٹ فیلڈ

کی تسکین نہیں ہوئی۔ رین فورڈ کے ایک سزایاب مجرم ہونے کا ذکر پڑھ کر اس کے دماغ میں مزید تحقیقات کا شوق پیدا ہوگیا تھا۔ اور اس جذبہ کے زیر اثر اس نے رسالہ کے ابتدائی حصہ میں اس مضمون کے لئے ورق گردانی شروع کی جہاں رین فورڈ کے مقدمہ اور سزایابی کا ذکر تھا۔ . . وہی رین فورڈ جس سے اُسے کسی زمانہ میں گہری محبت تھی۔

اس واقعہ کے حالات وہاں پوری تفصیل کے ساتھ درج تھے۔ یعنی کس طرح رین فورڈ نے سرکرسٹوفر بلنٹ کا روپیہ لوٹا۔ کیونکہ اسے سراغرساں ڈاٹکیس نے اپنے سپاہیوں کی مدد سے لاکس فیلڈس میں گرفتار کیا۔ اور انجام کار اس کی سزایابی اور پھانسی پر لٹکائے جانے کا ذکر تھا۔

چارلس خوف کے احساس کے ساتھ اس مضمون کو اول سے آخر تک پڑھتا رہا۔ بارہا ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ اس بہت کشش داستان کو پڑھتا ہوا مغلوب ہوجائے گا۔ مگر نہیں اس نے اپنے دل کو مضبوط کر کے مطالعہ کو جاری رکھا خصوصیت کے ساتھ اس واقعہ کی تفصیل میں ایک بات ایسی تھی جس پر بہت دیر تک اس کی توجہ جمی رہی۔ مقدمہ کی سماعت کے ایام میں سراغرساں ڈاٹکیس نے رین فورڈ کی گرفتاری کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہا تھا۔

"جب میں اپنے سپاہیوں کو ساتھ لے کر برٹن سٹریٹ والے مکان میں پہنچا۔ تو قیدی اسی کمرہ میں تھا۔ جس میں اس کی خانہ انداز بیدون سو رہی تھی۔"

"خانہ انداز" کے لفظ کو بغور پڑھتے ہوئے چارلس ہیٹ فیلڈ اپنے دل سے کہنے لگا "اس سے صاف ظاہر ہے کہ ٹامر اس کی منکوحہ بیوی نہ تھی حالانکہ رسالہ میں اس معاملہ کی جو کیفیت ایڈیٹر نے اپنی طرف سے قلمبند کی ہے۔ اس سے اس کے برعکس ظاہر ہوتا ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ وہ خاندان ڈلبینا کے جذبات کو ضرر پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔ اور شہادتی فقرات کو تو ان کی اصلی صورت میں قلمبند کرنا امر لازم تھا۔ بنا بریں ٹامر! مجھے تعجب نہیں کہ وہ جو کبھی تیرے رشتہ دار تھے اب پہلے سے بھی زیادہ تجھے یاد نہیں

کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تیری بہن کو ڈچس آف اینگلهم بھی بظاہر تجھے بھلا چکی ہے۔"
اسی طرح پر چارلس ہیتھ فیلڈ کے ذہن میں یکایک یہ بات جاگزین ہوگئی کہ ٹامر رین فورڈ کی منکوحہ نہ تھی۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ جب مسٹر ڈاٹکس نے رین فورڈ کو گرفتار کیا۔ تو اس کی ٹامر سے باقاعدہ شادی ہوئی بھی نہ تھی۔ اس بات کا اسے خیال ہی نہیں آیا۔ کہ رسم شادی رین فورڈ کے دوبارہ زندہ ہونے کے بعد پوری ہوئی ہوگی۔ اور اس کا حافظہ بھی اس بارہ میں اس کی امداد سے قاصر رہا۔ کیونکہ جس وقت ٹامر اور رین فورڈ کی شادی کی رسم پیرس میں ادا کی گئی۔ تو چارلس چونکہ کمسن بچہ تھا۔ اس لئے وہ اس رسم کی ادائیگی کے وقت موجود نہ تھا۔ یہ رسم جیسا کہ ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا۔ پیرس کی انگریزی سفارت کے گرجا میں بالکل خاموشی کے ساتھ ادا ہوئی تھی۔ باقی رہا یہ خیال کہ ڈچس آف اینگلهم ٹامر کا نام لیتے ہوئے شرماتی تھی۔ اس کے متعلق ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ یہ خیال کس درجہ غلط تھا۔ کیونکہ استھر کے دل میں ٹامر کی تصویر ایک بیش قیمت خزانہ کی طرح محفوظ تھی۔ اور اگر استھر یا اس کے شوہر نے اب ایک عرصہ سے ٹامر کا ذکر نہیں کیا تھا۔ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک تو اندیشہ تھا۔ اس سے مسٹر ہیتھ فیلڈ کے دل کو صدمہ ہوگا۔ اور دوسرے جارجیانہ کے روبرو جو اب مسٹر ہیتھ فیلڈ (سابق مسٹر رین فورڈ) کی منکوحہ تھی۔ اس کا ذکر کرنا بجائے خود معیوب تھا۔ مگر چارلس کو چونکہ اس بات کا علم نہیں تھا۔ کہ میرا والد اور رین فورڈ حقیقت میں ایک ہی شخص ہیں۔ اس لئے وہ ان ہر دو وجوہ کو سمجھنے سے بالکل قاصر تھا۔

اس کتاب کو بند کر کے جس نے اس کے روبرو ایسے حیرت خیز اسرار کو منکشف کیا تھا۔ چارلس اپنے آپ سے یہ کہنے لگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ٹامس رین فورڈ ایک رہزن تھا۔ وہ نیک دل ... شریف باطن ... فیاض شخص جو مجھ سے بے حد محبت کیا کرتا تھا۔ ایک قطاع الطریق ... ایک سزا یافتہ مجرم تھا۔ اور اسے پھانسی پر لٹکایا جا چکا تھا۔ اُف! اے خدا! آج مجھے کیسی خوفناک باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ پھر وہ اپنے ہاتھوں سے

پیشانی کو دبا کر کہنے لگا۔ مگر سوال یہ ہے ۔ میں اس شخص رین فورڈ کے زیر حفاظت کیونکر آیا؟ ۔ ۔ ۔ یہ کیونکر ہوا کہ میرے والدین نے مجھے اس کے سپرد کرنا منظور کیا؟ آہ! اب میں سمجھا کہ مسٹر ڈی ڈینیا اور اسمتھ نے مجھے سکول میں داخل کرتے وقت کس لئے تاکید کی تھی کہ میں رین فورڈ کا نام زبان سے نہ لوں ۔ اور نہ کسی سے اس کا ذکر کروں ۔ اب اس واقعہ سے بہت سی باتیں جو اب تک میرے لئے مبہم تھیں ۔ واضح ہو گئی ہیں ۔ اب میں سمجھ گیا ۔ کس لئے مسٹر رین فورڈ کئی ہفتے گھر سے غیر حاضر رہا ۔ اور اس عرصہ میں میں اسے یاد کرکے افسردہ رہا کرتا تھا ۔ ۔ ۔ کس لئے نام زادہ قطارہ روتی نظر آتی تھی ۔ ۔ ۔ کس واسطے ہمیں مسٹر ڈی ڈینیا کے مکان میں منتقل کر دیا گیا ۔ اور وہاں پھر یکایک نام کو خوشی کا احساس ہوا ۔ رین فورڈ ۔ ۔ ۔ ایک رہزن ۔ ۔ ۔ چور ۔ ۔ ۔ مجرم تھا! مگر آف! ابھی تک کئی باتیں میرے لئے پردہ راز میں ہیں ۔ مثلاً یہ کہ ارل آف الینگھم کو رین فورڈ سے بے تکلفی کیوں تھی؟ پھر مسٹر ڈی ڈینیا نے اپنے انتقال پر رین فورڈ کے نام کس لئے بہت سی دولت چھوڑی؟ دولت ۔ ۔ ۔ اس شخص کے نام جس نے اس کی بیٹی کو جادہ عفت سے منحرف کیا تھا ۔ ۔ ۔ جسے سرکاری جلاد کے ہاتھوں پھانسی پر لٹکایا جا چکا تھا ۔ حیرت ہے کہ ارل آف الینگھم کی اس شخص سے جس نے اس کی منگیتر کی بہن کی عصمت ریزی کی تھی ۔ کس لئے اتنی گہری دوستی ہوئی ۔ آہ! یہ سب باتیں میرے لئے ناقابل فہم ۔ ۔ ۔ ناقابل حل اسرار ہیں ۔ اور ان سے بھی زیادہ حیرت خیز اور پراسرار سوال یہ ہے کہ میرے والدین نے مجھے ایک رہزن کے حوالے کیوں کیا؟ یہ صحیح ہے کہ بعد میں اسے معافی دیدی گئی تھی۔ اس کتاب میں درج ہے کہ یہ معافی نامہ لیڈی ہیٹ فیلڈ کی وساطت سے حاصل کیا گیا ۔ اور جس وقت لیڈی ہیٹ فیلڈ نے معافی نامہ موجود ہونے کا ذکر کیا ۔ تو سراغرساں ڈائیکس موقعہ پر موجود تھا ۔ ۔ ۔ الٰہی! اب میں اس راز کو پا گیا ۔ ۔ ۔ مگر نہیں نہیں ۔ ۔ ۔ اگرچہ اس کے باوجود وہ زبردست مشابہت جو پائی جاتی ہے ۔ ۔ ۔ خداوندا تیرا رحم!

یہ کہتے ہوئے چارلس ہیسٹ فیلڈ سخت پریشانی کے عالم میں درد سے کراہتا ہوا کرسی پر پیچھے کی طرف گر پڑا۔ اور اس نے اپنا منہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا بے شک اس کے دماغ میں ایک روشنی سی پیدا ہو گئی تھی جس نے ایک خوفناک راز کو ہیبت بخش طریق پر منکشف کر دیا۔ اس نے سوچا لیڈی جارجیانہ ہیسٹ فیلڈ کا معافی نامہ حاصل کرنا بے مطلب نہیں ہو سکتا۔ ضرور کوئی بات تھی جس کے لئے اس نے اس سزایاب مجرم کی خاطر اتنی جدوجہد کی۔ جو سرکاری جلاد کے ہاتھوں گذر کر پھانسی پر لٹک چکا تھا۔ اور اس کے بعد کسی حیرت خیز طریق پر اسے حیات تازہ حاصل ہو گئی تھی۔ سوال یہ تھا لیڈی جارجیانہ نے کس لئے ایک سزایاب مجرم کی خاطر اتنی کوشش کی؟ قدرتی طور پر چارلس ہیسٹ فیلڈ کو خیال آیا۔ کہ زبردست وجہ دونوں کا عشقیہ تعلق ہوگا اور جب اسے یہ بات یاد آئی کہ میرے والد اور ٹامس رین فورڈ کی صورت میں حد سے زیادہ مشابہت پائی جاتی ہے۔ اور آخر الذکر عرصہ دراز تک میرا محسن اور محافظ رہ چکا ہے۔ تو اسے خیال آیا۔ کہ جس کی خاطر لیڈی ہیسٹ فیلڈ نے اتنی زبردست کوشش کی۔ کہ دنیا کی نظروں میں بدنامی کو بھی گوارا کیا۔۔۔ جس کی خاطر اس نے حدود نسوانی سے باہر قدم رکھ کر امیر الامراء سے معافی نامہ حاصل کیا۔ ضرور وہ اس کا شوہر ہوگا۔

اب سارا معاملہ اس پر دوپہر کی روشنی کی طرح واضح ہو چکا تھا۔ اس نے سمجھ لیا۔ کہ مسٹر ہیسٹ فیلڈ اور ٹامس رین فورڈ حقیقت میں دو نہیں۔ ایک ہی شخص ہیں۔ اور میں چارلس ہیسٹ فیلڈ اس رہزن کا بیٹا ہوں۔ جو باضابطہ عدالت سے پھانسی کی سزا پا کر رسی سے لٹک چکا ہے۔

زمانہ ماضی کے متعلق اپنی اس ہولناک تحقیقات کی بدولت ایک نہایت خوفناک حقیقت کو معلوم کر کے وہ کئی منٹ تک [illegible] بے حس و حرکت بیٹھے کی سی حالت میں رہا۔ اس چند منٹ کے عرصہ میں اس کے دماغ کو ایک نہایت خوفناک مرحلہ درپیش تھا [illegible] اگر انسان فہم و خرد سے عاری [illegible] بیوقوف [illegible] دیوانگی کی انتہائی

حالت میں پہنچ جاتا ہے۔

مگر شکر ہے اُس کی حالت میں دماغ ان دونوں منزلوں تک نہیں پہنچا۔ آہستہ آہستہ تدریجی طریق پر اس نے اپنے حواس کو اس قدر قابو میں کر لیا۔ کہ اب وہ اس خوفناک مصیبت کا مقابلہ کرنے کو تیار رہتا تھا۔ اس قابل بھی ہو گیا کہ اس معاملہ پر مزید غور و فکر کر سکے۔

اپنے دل سے مخاطب ہو کر وہ پھر ایک بار کہنے لگا "بیشک اُس رین فورڈ اور مسٹر ہیسٹ فیلڈ دونوں ایک ہی شخص ہیں۔ اور یہی میرا باپ ہے۔ اُنیس سال سے کچھ اوپر عرصہ گذرا۔ کہ اُس پر مقدمہ چلایا گیا۔ اور اُسے پھانسی کی سزا ہوئی۔ اور اب میری عمر پچیس سال کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا میری ماں یعنی لیڈی ہیسٹ فیلڈ اُس زمانہ میں میرے والد کی منکوحہ تھی؟ دوسرے لفظوں میں کیا میں جائز اولاد ہوں؟ کل میرے والد نے کہا تھا کہ خدا شاہد ہے۔ وہ کسی کمزوری یا گناہ کی مرتکب نہیں ہوئی۔ پھر اس سے میں کیا اندازہ کروں؟ کیا میں یہ سمجھوں کہ میرے والدین کی شادی باعزت طور پر خفیہ ہوئی تھی۔ اور میں اُن کے جائز تعلق کی اولاد ہوں؟ کیا اُس کے بعد میرے والد نے میری ماں لیڈی ہیسٹ فیلڈ کو چھوڑ کر نا مرسے تعلق پیدا کیا۔ اور اُسے اپنا خانہ آباد بنایا۔ اور اُس کے بعد جب نا مر قتل ہو گئی۔ تو پھر میرے والدین ایک دوسرے سے ملے؟ میری رائے میں صحیح کیفیت یہی ہو گی۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ میرے والد کا یہ کہنا کہ تمہاری ماں پاک عصمت ہے۔ اور تم جائز اولاد ہو۔ بالکل درست ہے۔ اب میں سمجھا کہ وہ کونسی زبردست وجوہات ہیں جن کے باعث میرے والدین نے آج تک دنیا کو اس صحیح رشتہ کی نسبت جو ہمارے درمیان قائم ہے۔ مغالطہ میں رکھا۔ بے شک ایسا ہونا قدرتی تھا۔ کیونکہ دنیا کی نظروں میں میرے والدین کی شادی اس وقت ہوئی۔ جب نا مر کے انتقال کے بعد ان کا دوبارہ ملاپ ہوا۔ اسی وجہ سے وہ مجھے آج تک اپنا بھتیجا ظاہر کرتے رہے۔ اب میں اس سارے معاملہ کو خوب اچھی طرح سمجھ گیا۔ ہر چند کہ میں جائز اولاد ہوں۔ مگر ایک رہزن کا بیٹا ہوں۔ بالکل اتفاق سے نہ میرے رفع

لگا

استعجاب کی خوب ہی سزا دی ہے!"
یہ کہہ کر اس نوجوان نے اس طرح زار زار رونا شروع کر دیا۔ گویا اُس کا دل ٹوٹنے کے قریب ہے۔
اب اس کی حرص ہوا اور اُس کی وہ بلند خیالیاں کہاں رخصت ہو گئیں؟۔
... وہ شاندار اُمیدیں جو اُس کے دل میں پرنس آف موٹونی کی تقلید کے متعلق تھیں کدھر ہوا ہو گئیں؟۔
"ایک رہزن کا بیٹا" یہ الفاظ تھے جو ایک لمحہ میں دس بار اُس کی زبان سے نکلے... یہ خیال تھا۔ جو اس وقت سیسہ کے بوجھ کی طرح اس کی روح پر غالب اور حاوی تھا۔
اور کیا اب اُسے اپنے باپ سے نفرت ہو گئی تھی؟ کیا وہ اُسے اپنے دل میں قابل ملامت سمجھتا تھا؟۔
نہیں۔ سو ہزار بار نہیں۔ کیونکہ اس کے دل میں اپنے والد کے متعلق صرف جذبہ رحم تھا... ایک عمیق اور اتھاہ جذبہ رحم۔ اور اگر کسی چیز سے اُس کو نفرت تھی۔ تو وہ اُس کا اپنا وجود تھا۔
کیونکہ اُس جیسے بلند اصول فیاض طبع اعلیٰ خواہشات کے نوجوان کے واسطے اس حقیقت سے خبردار ہونا ایک نہایت خوفناک اور روح فرسا صدمہ تھا۔ کہ میں ایک رہزن کی اولاد ہوں!
اس سے ہزار درجہ بہتر ہوتا کہ وہ اپنی ولدیت کے راز سے بے خبر رہتا وہ بہت خوش ہوتا۔ اگر سابق کی طرح آینتدہ بھی مسٹر ہیسٹ فیلڈ کو اپنا اور لیڈی جارجیانہ کو ماں سمجھتا۔ مگر کسی طرح اُس راز کے علم سے بعید رہتا ہیلس نے اُس کے دل کو پاش پاش کر دیا تھا۔ اسے کاش اس کے اندر ان اسرار کو حل کرنے کی خواہش پیدا نہ ہوتی۔ کیونکہ اس تحقیقات سے جو نتیجہ حاصل ہوا۔ وہ برق آسمانی کی طرح جھلسنے اور جلا دینے والا اثر رکھتا تھا۔
"ملعون کتاب جا میری نظروں سے دور ہو جا!" اُس نے دفعتاً چلّا کر کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی رسالہ اینویل رجسٹر کو زور کے ساتھ دور فرش پر

چھینک دیا کوئی جاسوس وہ اسے بھی ایک جاندار چیز سمجھتا تھا۔ اور اس کا خیال تھا کہ اس ذریعہ سے میں جس عقدہ کا اظہار کر رہا ہوں۔ یہ کتاب آئندہ محسوس کریگی مگر پھر اُسے خیال آیا۔ لہٰذا سب یہ ہوگا۔ کوئی نشان اس قسم کا باقی نہ رہ جائے جس سے دیکھنے والے کو یہ اس کتب خانہ میں پوشیدہ طریق پڑا ہوا اس جگہ تغیر معلوم ہو۔ کیونکہ وہ بالکل نہیں چاہتا تھا۔ میری ان خوفناک دریافتوں کا علم میرے والدین کو ہو۔ پس وہ اپنی جگہ سے اُٹھا۔ کتاب کی جلد کو فرش سے اُٹھایا اور اسے دوبارہ الماری میں رکھنے لگا۔

معاملہ بجائے خود بالکل معمولی تھا۔ مگر اس کی بدولت ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس کا چارلس ہیٹ فیلڈ کے مستقبل پر عظیم اثر پڑنے والا تھا۔ کیونکہ جس وقت اس نے کتاب کو اُٹھا کر الماری میں اس کی جگہ رکھا۔ تو ایک قسم کی تیز آواز سنائی دی جیسی قفل کے اندر کنجی کے گھمانے سے پیدا ہوتی ہے۔

اس وقت اس کی حالت ایسی تھی کہ جب ہر ایک واقعہ خواہ وہ کتنا ہی خفیف ہو تخیل میں غیر معمولی اہمیت حاصل کر لیتا ہے۔ ایک کرسی پر کھڑے ہو کر اُس نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی۔ کہ یہ آواز کہاں سے پیدا ہوئی الماری کی پشت پر جو لکڑی لگی ہوئی تھی۔ اُسے بغور دیکھنے کے لئے اس نے کئی کتابیں وہاں سے ہٹائیں۔ ناظرین اس کے تعجب کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جب اُسے اُس لکڑی کے اندر قریباً ایک فٹ مربع رخنہ دیوار کے اندر بنا ہوا نظر آیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ اس رخنہ کے سامنے ایک کمانی دار ڈھکنا لگا ہوا تھا۔ جس وقت اس نے کتاب کو اندر کی طرف دھکیلا تو کمانی کھل گئی اور ڈھکنا ہٹ کر رخنہ نمودار ہو گیا۔

اس رخنہ کے اندر ایک چھوٹا سا چرمی لفافہ اور خطوں کا ایک پیکٹ موجود تھا۔ عام حالات میں چارلس ہیٹ فیلڈ اسے ایک معمولی بات سمجھ کر رخنہ کو بند کر دیتا۔ وہ اُسے ویسی ہی معمولی بات سمجھتا۔ جیسے اتفاقیہ طور پر میز پر کوئی مسودہ کھلا رہ گیا ہو۔ لیکن موجودہ حالات میں اُس کے جذبات اس کے اختیار سے باہر تھے۔ اس کے اپنے احساسات اور اپنے جذبات مغلوب

پہونچتے تھے۔ اور یہ غیر ممکن تھا۔ کہ اسرار کو منکشف کرنے کی خواہش میں وہ اس بظاہر معمولی بات کو نظر انداز کر دیتا۔

ایک ایسے جذبہ کے زیر اختیار۔ جو اس کے بس میں نہیں تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر چرمی لفافہ کو ان خطوں سمیت، جو اس کے سامنے موجود تھے۔ اس طرح اٹھایا گویا وہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہو۔ اور ان چیزوں کو بغور دیکھنے کے لئے اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گیا۔ چرمی لفافہ کے اندر خطوط اور بعض دستاویزوں کا ایک بنڈل تھا۔ فیتہ کے ٹکڑے سے بندھا ہوا جس کی رنگت اتنی مٹ چکی تھی۔ کہ یہ معلوم کرنا دشوار تھا۔ کہ رنگت ابتدا میں کیا تھی۔ مگر ان کاغذات کی تحریر ابھی پڑھی جا سکتی تھی۔ چرمی لفافہ کے اندر بند ہونے اور نمی کے اثر سے محفوظ رہنے کے باعث ان کاغذات میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ جو کاغذات چرمی لفافہ کے اندر بند تھے۔ ان کے اندر ایک چٹھی لپٹی ہوئی تھی جو ارل آف انگھم کے نام لکھی ہوئی تھی۔ اور چارلس کو فوراً یہ خیال آیا کہ دستخط میرے والد مسٹر ہیٹ فیلڈ کا ہے۔ چونکہ اس چٹھی کی سیاہی زیادہ شوخ تھی اس لئے معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ باقی تحریروں کی نسبت تازہ ہے۔ مگر اس پر کوئی تاریخ درج نہ تھی۔ اس لئے یہ بہرحال معلوم نہ ہوا۔ کہ تحریر کس زمانہ سے تعلق رکھتی ہے۔

اس بات کی پروا نہ کرتے ہوئے کہ یہ خط و کتابت جو ایک محفوظ مقام پر رکھی ہوئی تھی خفیہ اور ناقابل دید ہوگی۔ بلکہ ان جذبات کے زیر اثر جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ چارلس ہیٹ فیلڈ نے جلد جلد اس خط کے مضمون کو پڑھنا شروع کیا۔ ہمارے ناظرین اس مضمون سے پہلے بھی واقف ہیں۔ مگر سلسلہ ملانے کے لئے ہم اسے دوبارہ درج کرتے ہیں۔

پیارے بھائی۔

تمہارے خیالات میری نسبت خواہ کچھ ہوں۔ میں بہرحال تمہیں بھائی کے لفظ سے ہی مخاطب کرتا رہوں گا۔ . . یہ کاغذات میں اس لئے تمہارے پاس بھیجتا ہوں کہ تمہیں یقین ہو جائے۔ اس ملاقات میں جو ہمارے درمیان جیل خانہ میں ہوئی تھی میں نے کوئی فرضی قصہ بیان نہیں کیا تھا۔

میرے آخری اوقات میں مجھ سے تمہاری روگشتی کا باعث خواہ کچھ ہو۔ بہرحال میرے دل میں تمہاری نسبت ذرا بھی ملال نہیں۔ اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں تم پھولو پھلو۔ اور اس خطاب اور دولت سے کام لو۔ جو عنقریب ہر قسم کے تنازعات کے دائرہ سے نکل جائے گی۔

میں نے وعدہ کیا تھا۔ تمہارے مطالعہ کے لئے اپنی انقلاب آمیز زندگی کے حالات قلمبند کر کے چھوڑ جاؤں گا۔ لیکن کیا یہ بتانے کی ضرورت ہے۔ میں نے اس وعدہ کو کیوں ایفا نہ کیا؟

ٹی۔ آر۔

"بھائی!۔۔۔ اس کا پیارا بھائی!" چارلس ہیٹ فیلڈ نے اس انداز سے کہا۔ گویا اس کا دم رکتا جا رہا ہو۔ اس کے ساتھ ہی چٹھی اس کے ہاتھ سے فرش زمین پر گر پڑی۔ اگرچہ اس کی آنکھیں پھر بھی اس کی طرف لگی رہیں "اس کا بھائی! اے خدا یہ کیا اسرار ہے! پھر کیا میں ارل آف اینگھم کا بھتیجا اور لیڈی فرانسس کا عم زاد بھائی ہوں۔ جس سے مجھے اس درجہ محبت ہے؟"۔ اور اس کے بعد جب ایک اور خیال اس کے ذہن میں پیدا ہوا۔ تو وہ بڑے جوش سے کہنے لگا "اگر مسٹر ہیٹ فیلڈ حقیقت میں ارل آف اینگھم کا بھائی ہے۔۔۔ جیسا کہ وہ حقیقت میں ہے۔ تو ظاہر ہے کہ وہ اس کا بڑا بھائی ہو گا۔ اور اگر بڑا بھائی ہے۔ تو ارل کے خطاب کا حقدار وہ ہے۔۔۔ اور میں۔۔۔ میں اس کا وارث ہونے کی وجہ سے وائکونٹ کہلانے کا مستحق ہوں۔۔۔ لیکن۔۔۔ شاید میرا والد اپنے باپ یعنی آنجہانی ارل کی ناجائز اولاد ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ خطاب اور جائداد چھوٹے بھائی کے حصہ میں آئی ہے۔ مگر اس کے باوجود یہ الفاظ کیا معنی رکھتے ہیں "تم پھولو پھلو۔ اور اس خطاب اور دولت سے کام لو۔ جو عنقریب ہر قسم کے تنازعات کے دائرہ سے نکل جائے گی" یہاں پھر کوئی راز حائل ہے۔ آہ! ہمارے خاندان کی بھی کیسی قسمت ہے۔ شروع سے آخر تک اس کی تاریخ مشکوک، شبہات اور اخفا سے پُر ہے۔ کم از کم گذشتہ دو دن کے واقعات سے مجھے یہی نتیجہ اخذ کرنے

پر مجبور کرتے ہیں"۔

یکایک اس کی نظر کاغذات کے اس پلندہ پر پڑی۔ جسے اس نے چمڑی لفافہ میں سے نکالا تھا۔ اور اس نے احتیاط کو ہاتھ سے نہ دیتے ہوئے بے صبری کے ساتھ ان کا مضمون دیکھنا شروع کیا۔ احتیاط اس لئے ضروری تھی۔ کہ کاغذات مرور زمانہ سے بالکل خستہ ہو چکے تھے۔ اور ان کے پھٹ کر تلف ہو جانے کا خطرہ لگا ہوا تھا۔

اور اب بدنصیب آکٹیویا میزز کی ڈائری کا مطالعہ کرتے وقت اس کے اندر کتنی گہری . . . ناقابل بیان دلچسپی پیدا ہو گئی!! اب اس کی بے صبری فرو ہو چکی تھی۔ اور اس کا جوش بھی قائم نہیں رہا تھا۔ اس کے رخساروں پر اب تک جو نجار کی سی سرخی چھائی ہوئی تھی۔ اس کی بجائے لاش کی طرح زردی چھا گئی۔ وہ خاموش اور بے حرکت بیٹھا ہوا ان اہم کاغذات کے مضمون کا مطالعہ کر رہا تھا۔

بہت بیچ وہ اس غداری سے باخبر ہوا۔ جو لارڈ ڈیتھ نے اپنی سوتیلی بہن حسین اور بدنصیب آکٹیویا کے ساتھ کی تھی۔ اور جس سے ہمارے ناظرین پورے طور پر واقف ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی چارلس ہیٹ فیلڈ کو ایک ایسی بات معلوم ہوئی۔ جو اس کے دل میں غیر معمولی امنگیں پیدا کرنے والی تھی۔ اور وہ بات یہ تھی۔ کہ اولاد پیدا ہونے سے پیشتر آکٹیویا اور سابق ارل آف اینگلم کی باقاعدہ شادی ہو چکی تھی۔ ہاں یہ صاف ظاہر تھا۔ کیونکہ ان کاغذات میں شادی کی سند اور بچہ کو بپتسمہ دینے کی یادداشت موجود تھی۔ ان دونوں چیزوں سے صاف ثابت تھا کہ بچہ اپنی ولادت کے وقت ہی ارل کے خطاب اور اس وسیع جائداد کا وارث تھا جو اس کے متعلق تھی۔

اس جگہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم چند امور کی تشریح کر دیں۔ جو شاید ناظرین کو الجھن میں ڈالنے والے ثابت ہوں۔

اس داستان کے سینتالیسویں باب میں بدنصیب آکٹیویا میزز کے

اس قدر رسوائی خبری جن کا خود آرتھر کو علم تھا۔ درج کئے جا چکے ہیں۔ ان سوانح کو لیڈی جارجیانہ ہیٹ فیلڈ کے روبرو بیان کرتے ہوئے آرتھر نے کہا تھا کہ جس روز آکٹیویا کی بے حرمتی کی گئی۔ اسی دن وہ اپنے شیطان صفت بھائی سے وہاں سے فرار ہوگئی تھی۔ اس کے بعد کئی ماہ تک اس کا سراغ نہ ملا۔ کہ وہ کہاں ہے۔ اور اندیشہ تھا کہیں اس نے خودکشی نہ کر لی ہو۔ اس عرصہ میں کونٹس آف ایلنگھم کا انتقال ہوگیا۔ آخر کار ارل یعنے آرتھر کے والد کو اتفاقیہ طور پر معلوم ہوا۔ کہ آکٹیویا زندہ ہے اور عنقریب اس کے بچہ پیدا ہونے والا ہے۔ وہ اس کے پاس اس افسوسناک مکان میں جہاں وہ سکونت پذیر تھی پہنچا۔ اور اس نے دیکھا کہ وہ انتہا درجہ کی فلاکت میں ہے۔ اور سلائی کر کے روزی کماتی ہے۔ ارل کو اس سے جو محبت تھی۔ وہ اس کی موجودہ حالت زار دیکھ کر عود کر آئی۔ اور اس کے دل میں اس کی بدسلوکی کے لئے جو اس نے اس سے کی تھی۔ سخت تاسف پیدا ہوا۔ اس نے دیکھا کہ اس کی صحت خراب اور حالت نہایت زار ہے۔ اس کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ اس ساری تباہی کا موجب خود میں ہوں۔ وہ اب بھی خوبصورت تو تھی۔ مگر وہ خوبی کہاں جو کبھی اس کا حصہ تھی! ارل نے اس کی حالت زار دیکھی۔ تو دل میں اپنے جرم سے سخت ندامت محسوس کی۔ وہ اس کے سامنے دوزانو ہوگیا۔ اور کہنے لگا کہ جان من جس غلطی کا ارتکاب مجھ سے ہوا۔ اس کی تلافی کے لئے اب میں ہر ممکن بات کے لئے تیار ہوں"۔ آکٹیویا نے اس بچہ کی خاطر جو اس کے شکم میں تھا کہا"او مائی لارڈ اگر آپ سچے دل سے پشیمانی محسوس کرتے ہیں۔ یا آپ میری روح کو خفیف ترین تسلی دینے پر بھی آمادہ ہیں۔ تو مجھ سے شادی کر لیجئے۔ میں اس رعایت کی ... کیونکہ اپنی موجودہ حالت میں میں اسے ایک رعایت ہی سمجھتی ہوں۔ حالانکہ خدا کی نظروں میں یہ رعایت نہیں بلکہ انصاف کا فعل ہے ... خود اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے بچہ کی خاطر

جو آپ کا بھی بچہ ہے۔ طلبگار رہتی ہوں۔ یہ خیال کیجئے کہ میں ایک غریب عورت . . . بجری ساماں فروخت کرنے والے ایک معمولی شخص کی بیٹی کبھی کونٹس آف الینگھم کا لقب اختیار کرنے کی آرزو رکھتی ہوں۔ بالکل نہیں۔ مجھے کسی جاہ و حشم کی پروا نہیں۔ مسرت فقط یہ ہے کہ ہمارے بچہ پر ناجائز اولاد ہونے کا داغ عائد نہ ہو۔ یہ الفاظ تھے جو اس موقعہ پر آکٹیویا میسن نے کہے۔ اور ارل آف الینگھم نے جو حالت بے خودی میں اس کی عصمت ریزی کر چکا تھا۔ اس درخواست کو منظور کر لیا۔ چنانچہ ان دونوں کی خفیہ طور پر شادی ہوگئی۔ اور یہ شادی اس قدر رازداری کے ساتھ ہوئی۔ کہ بیٹ لنڈ یعنی اس وفادار جیسی عورت کو بھی جس کی آکٹیویا سے بے حد محبت تھی اس کا علم نہ ہوا۔ مگر اس کے دوسرے ہی دن آکٹیویا فرار ہوگئی۔ کیونکہ حقیقت میں اسے اس امیر کے ساتھ جس نے اس کی بے حرمتی کی۔ اور جس نے اسے اس کے سچے عاشق سے جدا کیا۔ ذرا بھی محبت نہ تھی۔ اس نے اس کے ساتھ شادی کی درخواست محض اس لئے کی تھی کہ بچہ کی ولدیت پر بدنامی کا داغ عائد نہ ہو۔ اور اس کے بعد جب شادی کی رسم ادا ہوگئی تو وہ چپ چاپ کسی تنہا مقام میں چلی گئی۔ جہاں وہ گمنام رہ کر اپنے رنج والم پر آزادی سے ساتھ آنسو بہا سکتی تھی۔

آکٹیویا کی اپنی ڈائری کے اس حصہ کا جس کی بدولت چارلس ہیٹ فیلڈ کو معلوم ہوا کہ جس وقت اس کا بچہ پیدا ہوا۔ تو وہ قانوناً کونٹس آف الینگھم کا درجہ رکھتی تھی۔ یہ ایک مختصر سا خلاصہ ہے۔ اس بچہ کے دورِ زندگی کے حالات بڑی آسانی اور وضاحت کے ساتھ بتاریخ ان کاغذات سے معلوم ہو سکتے تھے۔ جو چرمی لفافہ سے نکلے یا خطوں کے اس پیکٹ سے جو اس لفافہ کے قریب پایا گیا۔ بہرحال اب چارلس ہیٹ فیلڈ پر یہ بات واضح ہوگئی کہ جو شخص کسی زمانہ میں ٹامس رین فورڈ کے نام سے مشہور تھا۔ اور جسے اب لوگ مسٹر ہیٹ فیلڈ کے نام سے مخاطب کرتے ہیں۔ حقیقت میں ارل آف الینگھم کے شاندار خطاب کا

جائز حقدار ہے۔
اس کے ساتھ ہی جب اس بات کو پیش نظر رکھا جائے۔ کہ خود چارلس ہیٹ فیلڈ کے دل میں یہ یقین پیدا ہو چکا تھا۔ کہ میں اپنے والدین کی جائز اولاد ہوں۔ تو اس خوشی اور جوش کا اندازہ کرنا دشوار نہیں ہو سکتا۔ جو اسے اس خیال سے پیدا ہوا۔ کہ میں اپنی موجودہ حالت میں وائیکونٹ کہلانے کا مستحق ہوں۔ اور وہ وقت دور نہیں کہ ارل کا درجہ حاصل کر سکوں گا۔
اب وہ بات جس نے ذرا دیر پیشتر اس کو سناٹے میں ڈال دیا تھا۔ اس کے ذہن سے بالکل خارج ہو گئی۔ یعنی یہ کہ میں ایک رہزن... ڈاہسن رین فورڈ کا بیٹا ہوں۔ ایک اعلے خطاب تک رسائی حاصل کرنے کی خوشی میں یہ حقیقت بالکل ہی نظر انداز ہو گئی۔ ایک دن پیشتر وہ لیڈی فرانسس اینگھم سے کہہ چکا تھا کہ مجھے صرف ان امیروں پر رشک ہے جو اپنی سعی سے عروج حاصل کریں۔ پیدائشی امارت میرے نزدیک کوئی وقیع چیز نہیں۔ بے شک اس وقت اس کا یہی خیال تھا۔ مگر اب جس وقت تحریص کا دیو سر پر سوار ہوا... جس وقت ایک اعلے خطاب کی دلفریبیاں نظر کے سامنے آئیں۔ اور وہ خطاب بھی رسائی کے اندر معلوم ہوا تو وہ اصول جو اس نے اس وقت قائم کیا تھا۔ فوراً خاک میں مل گیا۔
اب وہ دل میں سوچنے لگا۔ کہ اس میں شک نہیں۔ ہز رائل ہائینس فیلڈ مارشل پرنس آف مونٹونی کپتان جنرل افواج کمیل سکالا اور ولیعہد ہونا بڑی چیز ہے۔ مگر اس سے ایک درجہ اتر کر اگر انسان فقط رائٹ آنریبل ارل آف اینگھم کہلائے تو بھی کچھ معمولی بات نہیں۔
دفعتاً اس نوجوان کے اندر جو ذرا دیر پیشتر اپنے دل میں نہایت اعلے اور ارفع خیالات رکھتا تھا... جو یہ چاہتا تھا کہ میں ایک معمولی شہری کے درجہ سے ترقی کر کے انتہائی عروج حاصل کروں۔ ایک امارتی رتبہ کو اپنی رسائی میں دیکھ کر اتنا زوال پیدا ہوا۔ کہ اسے اپنے سارے

اصول بھول گئے۔ اور جو کچھ ذرا دیر پہلے اس کا مطمح نظر تھا۔ اب اُس کے عین برعکس ہو گیا۔

مگر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیا وہ فوراً ہی اس قسم کی کارروائی کرنا چاہتا تھا۔ جس کی بدولت اس کا باپ موجودہ ارل آف الینگھم سے اُس کا خطاب اور جائداد حاصل کرنے پر مجبور ہو؟ ہمیں معلوم نہیں۔ اُس ہولناک رات کو چارلس ہیٹ فیلڈ کے دل میں کیا کیا خیالات پیدا ہوتے رہے۔ بہرحال اتنا کہہ سکتے ہیں۔ کہ ان بیش قیمت دستاویزوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اُس نے انہیں دوبارہ اس مقام پر نہیں رکھا جہاں وہ پہلے پوشیدہ تھیں بلکہ انہیں بڑی احتیاط کے ساتھ اپنی جیب میں ڈال لیا۔

کتب خانہ سے رخصت ہونے سے پیشتر اُس نے اُس رخنہ کو جس سے یہ کاغذات برآمد ہوئے تھے۔ احتیاط کے ساتھ بند کر دیا۔ اور رسالہ ایوننگ رجسٹر کو اس طریق پر اُس کی جگہ رکھ دیا۔ کہ معلوم ہوتا تھا کبھی کسی نے اُس کو چھوا بھی نہیں۔

حصہ ویسٹ اینڈ کی گھڑیاں رات کے تین بجا رہی تھیں اور ماہ جولائی کی صبح کاذب کی پھیکی روشنی مکان کی کھڑکیوں کے اندر داخل ہونے لگی تھی کہ چارلس ہیٹ فیلڈ اپنی خواب گاہ میں پہنچا۔ وہاں اس نے ان تمام کاغذات کو جیب سے نکال کر احتیاط کے ساتھ میز کے خانہ میں بند کر دیا۔ اور پھر اپنی چارپائی پر لیٹ گیا۔

مگر ذہن میں اس قدر مختلف اور متضاد خیالات پیدا ہو رہے تھے۔ کہ نیند کی بالکل رغبت نہ تھی۔ وہ محسوس کرنے لگا تھا۔ کہ اب مجھے ریاکاری کا پارٹ کس خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کرنا ہوگا۔ زبان کو لگام دینا ... نگاہوں کو قابو میں رکھنا۔ اور ہر ایک لفظ جچا تلا ہوا زبان سے نکالنا۔ یہ باتیں اُس وقت تک ضرور عمل میں لانی ہوں گی۔ حتیٰ کہ اظہار حقیقت کا موقعہ آجائے۔ اُس نے سوچا کہ بحالات موجودہ اپنے والدین کو یہ جتانے کا موقعہ دینا کہ ان باتوں کو وہ منزلہ راز سمجھتے تھے۔ میرے لئے وہ پوشیدہ اسرار نہیں

رہیں۔ تب ہی اُن کو تسکین دینا ہوگا۔ اس لیئے میرا فرض ہے کہ سابق کی طرح آئندہ بھی اپنی صفائی کو معقول اور با محبت نوجوان بننے اور ثابت ہونے کی کوشش کروں۔

رات کے چار بج گئے اور آخر پانچ کا عمل ہونے لگا۔ مگر انہی خیالات میں اُسے دیر تک نیند نہ آئی۔ اور آخر کار بے تابی اور ذہنی تکان کی وجہ سے اُس کی آنکھ لگی تو نیند میں اُسے طرح طرح کے متوحش اور خوفناک خواب نظر آتے رہے۔ چنانچہ جس وقت بیدار ہوا۔ تو طبیعت نہایت مشغول اور پریشان تھی۔ جسے اُس کی طویل شب بیداری اور بے چینی کا قدرتی نتیجہ سمجھا جا سکتا ہے۔

باب ۱۲۷ دشت نوردی

جس رات کو چارلس ہیٹ فیلڈ نے وہ عجیب و غریب باتیں جن کا ذکر گذشتہ باب میں کیا گیا ہے۔ دریافت کیں۔ اسی رات کو بعض اور واقعات بھی ظہور میں آئے جن کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

رات کے گیارہ بجے تھے۔ موسم انتہا درجہ گرم تھا۔ اور درختوں کا پتہ تک نہ ہلتا تھا۔ ایسے وقت میں دو عورتیں بڑی آہستگی کے ساتھ خستگی اور تکلیف کی حالت میں اس سڑک پر چل رہی تھیں جو ڈارٹ فورڈ اور شوٹرز ہل کے درمیان واقع ہے۔

اُن میں سے ایک خوفناک صورت کی بد وضع بڑھیا تھی۔ جس کی عمر ۶۲ یا ۶۳ سال سے کم نہ ہوگی۔ بدن جو کسی زمانہ میں دراز سیدھا اور موزوں تھا عمر اور مصائب کی وجہ سے خم ہو چکا تھا۔ مگر اس میں بدنی قوت اب بھی کافی نظر آتی تھی۔ چہرہ کی رنگت اتنی بدلی ہوئی اور زنانہ ملائمت سے اس قدر خالی تھی۔ کہ اگر اس نے مردانہ لباس پہنا ہوا ہوتا۔ تو کوئی شخص محض اس کی صورت دیکھ کر یہ نہ کہہ سکتا تھا۔

کہ یہ عورت ہے۔ اس کے چھوٹے الجھے ہوئے بالوں پر جپسی عورتوں کی طرح ایک میلا رومال بندھا ہوا تھا۔ اور لباس سے مصیبت زدہ اور مفلوک الحال نظر آتی تھی۔ صورت نہ صرف بدنما بلکہ خوفناک اور مکروہ تھی۔ آنکھوں کے نیچے اور بھنچے ہوئے ہونٹوں کے قریب اس قسم کے حلقے پڑے ہوئے تھے جو خوفناک اور مصمم طبیعت کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔ اور جن کی بنا پر خیال کیا جاتا ہے۔ کہ ایسا شخص کسی بھی بُرے فعل سے پیچھے نہیں ہٹتا۔ اگر اس کے چہرہ کو غور سے دیکھا جاتا۔ تو یہ معلوم کرنا بھی مشکل نہ تھا۔ کہ اس پر ان پرزور طوفانی جذبات کے آثار اب تک باقی ہیں۔ جو عالم شباب میں اس کا حصہ تھے۔

اس کے ہمراہ ایک قریباً انیس سال کی جوان لڑکی تھی۔ لباس اس کا بھی بدوضع بڑھیا کی طرح نہایت کثیف اور دریدہ تھا۔ مگر شکل و صورت کے لحاظ سے دونوں میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ وہ چندے ماہتاب چندے آفتاب تھی۔ اور اگر ہم اسے اس کے دریدہ لباس کی وجہ سے گہن میں آیا ہوا چاند قرار دیں تو بے جا نہ ہوگا۔ باوجود کم سنی کے اس کا شباب جوبن پر تھا اور اس میں نفاست حسن کے سارے لوازم شامل تھے۔ کمر بے شک مضحکہ خیز حد تک پتلی نہ تھی۔ تاہم اتنی ضرور تھی کہ مقابلہ میں اس کی ابھری ہوئی چھاتی اور گول سرین انداز دلکشی پیدا کرتے تھے۔ پاؤں میں مرمت شدہ جرابیں اور ان کے اوپر بھاری بوٹ تھے۔ مگر ان بدنما بوٹوں کے اندر ایسے خوشنما پاؤں اور اس دریدہ لباس میں ایسے موزوں خط و خال پوشیدہ تھے جن پر کسی ملکہ زمان کو بجا طور پر رشک ہو سکتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس نکبت اور فلاکت میں بھی وہ اپنے حسن کو برقرار رکھنے کی آرزومند ہے کیونکہ اس نے اپنے خوشنما ہاتھوں پر پرانے اور میلے دستانے پہن رکھے تھے۔ چہرہ کی رنگت میں اگرچہ وہ ملاحت نہ تھی جو ناز و نعم میں پلے ہوئے حسینوں کا حصہ ہوتی ہے۔ تاہم خوبصورتی ایسی تھی کہ زاہد گوشہ نشین بھی اسے دیکھ کر عبادت چھوڑ اس کا پرستار بن جائے۔ مجموعی طور پر اس کا حسن زنانہ وضع کی بجائے مردانہ قسم کا تھا۔ اور اسی لئے شاید ہم اسے حسین تر

کی بجائے تکمیل کرنے پر مجبور ہوں۔ خط و خال رومی وضع کے تھے۔ ویسی ہی تیز اور خمدار ناک اور ویسے ہی طبیعت میں ولولہ پیدا کرنے والے خوشنما ہونٹ۔ اُس کی موٹی بھوری آنکھیں بڑی تیزی سے چمکتی تھیں۔ اور سیاہ بھویں نشاندار طریق پر خم کھائے ہوئے کنپٹیوں تک پہنچتی تھیں۔ ان کے اوپر بلند اور فراخ پیشانی پر ذہانت کا ستارہ چمک رہا تھا۔ اس کے گھنے بال سیاہی مائل بھورے رنگ کے تھے۔ ریشم کی طرح نرم اور ویسے ہی چمکدار اور ان کی آب و تاب سے صاف ظاہر تھا۔ کہ افلاس کی تلخ مصیبتوں نے بھی اسے ان کی نگہداشت سے غافل نہیں بنایا۔ دہن چھوٹا۔ بالائی ہونٹ پتلا سنچلا گداز مگر نہ ایسا کہ باہر کو نکلا ہوا معلوم ہو۔ دانت نسبتاً بڑے لیکن نہایت ہموار اور موتیوں کی طرح چمکیلے تھے۔ اور ٹھوڑی نمایاں مگر بالکل گول تھی۔ مجموعی طور پر اس کے بشرہ سے تیز جذبات اور پر زور خواہشات کا اظہار ہوتا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی نمایاں تھا کہ یہ جوان لڑکی اپنے ارادہ کی پکی اور اس حد تک مستقل مزاج ہے جسے کوئی رکاوٹ کمزور نہیں کر سکتی۔ قد متوسط القامت تھی۔ اور چال میں نزاکت کی بجائے رعنائی زیادہ پائی جاتی تھی۔ اس کی صورت دیکھ کر یہ کہنا مشکل نہ تھا۔ کہ اگر اس نے موزوں لباس پہنا ہوا ہوتا۔ تو اس کی چال یا انداز میں کوئی بات قابل اعتراض نظر نہ آتی۔

ان حالات میں ناظرین کے لئے یہ معلوم کرنا چنداں مشکل نہ ہوگا کہ دونوں ماں بیٹی ہیں۔ ۔ کیونکہ حقیقت میں ان کا باہمی رشتہ یہی تھا۔ دونوں میں کتنا عظیم اختلاف تھا۔ اگرچہ ان میں بہت سی باتیں مشابہت کی بھی پائی جاتی تھیں مثلاً دونوں کے چہرہ سے تیز جذبات اور اٹل ارادہ کا اظہار ہوتا تھا۔ دونوں ہر قسم کے اصول اخلاق سے عاری تھیں۔ اگرچہ بوقت ضرورت وہ زاہدان گوشہ نشین کے برابر عبادت گذار بھی نظر آ سکتی تھیں۔ دونوں اگر کسی کی دشمن بن جائیں۔ تو اُن کی مخالفت حد انتہا تک پہنچ سکتی تھی۔ اور دوستی کا لفظ اُن دونوں کے نزدیک ایسا تھا۔ جسے سنکر وہ نفرت سے ہونٹوں کو ل

ہونے لیتی تھیں۔

باوجود قدرتی صحت مندی اور کبر سنی میں بھی کافی بدنی طاقت موجود ہونے کے عمر رسیدہ عورت اس سڑک پر جو لندن کی طرف جاتی ہے۔ بڑی آہستگی کے ساتھ اس انداز سے چل رہی تھی۔ گویا نہایت تھکی ماندی اور خستہ حال ہے بیٹی میں بھی تکان کی کچھ کم علامات نہ پائی جاتی تھیں۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ تو اب ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتی ہے۔

ایک عرصہ تک چپ چاپ چلتے رہنے کے بعد بالآخر عمر رسیدہ عورت نے نوجوان لڑکی سے مخاطب ہو کر کہا "پرڈیشیا ہمارا آج رات لندن میں پہنچنا مشکل.. بلکہ شاید یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ کہ عملی طور پر غیر ممکن ہے"

اس پر وہ جوان لڑکی جس کا عجیب و غریب نام پرڈیشیا ظاہر ہوا کہنے لگی "تو پھر کیا ہم سڑک کے کنارہ ہی لیٹ جائیں۔ اور جان دیدیں؟"

ہم اس سے پیشتر ان دو عورتوں کی جنہوں نے اس داستان کے گذشتہ ابواب میں بہت حصہ لیا ہے۔ بعض مشابہتوں اور بعض اختلافات کا ذکر کر چکے ہیں۔ لیکن یہاں پر یہ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سب سے بڑا اختلاف ماں بیٹی کی آوازوں میں تھا۔

عمر رسیدہ عورت کی آواز مردانہ۔ گلوگیر۔ ناگوار اور کرخت تھی۔ اور اگرچہ وہ انگریزی زبان بڑی صحت اور درستی کے ساتھ بولتی تھی۔ اور اس کے لہجہ میں گنوارانہ جھلک بالکل موجود نہ تھی۔ تاہم سننے والے پر اس کی گفتگو کا اثر بہر حال خوشگوار ثابت نہ ہو سکتا تھا۔ دوسری جانب اس نوجوان لڑکی یعنی پرڈیشیا کی آواز اتنی خوشگوار۔ اس قدر ہم آہنگ اور اتنی دلفریب تھی کہ نغمہ ہائے عالم میں اس سے زیادہ کشش نہیں دیکھی گئی۔ وہ ایک ایسی آواز تھی جس میں بے شمار ادائیں مرکوز تھیں۔ اور ان میں سے ہر ایک اپنے اندر ایک خاص کشش رکھتی تھی۔ خواہ وہ غصہ کی حالت میں گفتگو کر رہی ہو یا خوشی کی حالت میں۔ جوش میں آکر بولتی ہو۔ یا بد مزاجی کے عالم میں۔ بہر حال اس کے لہجہ میں ایک ایسا سحر موجود ہوتا تھا۔ جو قلب انسانی پر خاص

اثر ڈالتا ہے۔

اتنے میں بوڑھی عورت نے پھر سلسلہ کلام شروع کیا اور کہنے لگی "وہ کتنے بے رحم اور ظالم تھے کہ انہوں نے ہمیں ایک شلنگ تک دیئے بغیر ڈیل کے ساحل پر پھینک دیا"۔

یہ سنکر پرڈیٹا تسکین بخش لہجہ میں تو نہیں البتہ فہمائش کے لہجہ میں بولی۔ "اماں یہی ایک مصیبت تو نہیں جو ہمیں برداشت کرنی پڑی ہے۔ مجھ سے پوچھو تو جب سے پیدا ہوئی ہوں۔ میں نے سوائے مفلسی اور پریشانی کے کچھ نہیں دیکھا"۔

"بدبخت ناشکری!" بوڑھی عورت نے غصہ میں بھر کر کہا "کیا تو اس حقیقت سے انکار کر سکتی ہے۔ کہ میرے پاس روٹی کا ایک لقمہ بھی کھانے کو ہوا تو میں نے ہمیشہ اسے تیرے ساتھ تقسیم کرکے کھایا"۔ پھر وہ نسبتاً نرمی کے لہجہ میں کہنے لگی "پرڈیٹا تیری خاطر میں نے ایسے مصائب جھیلے ہیں۔ جن کا اس ملک میں کسی شخص کو وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا۔ تیری خاطر میں نے جنوبی امریکہ کی جلتی ہوئی دھوپ اور شدت سرما کی تکلیف دہ سردی میں سخت مشقت سے جی نہیں چرایا۔ سالہا سال تک میں صرف اس لئے مشقت گزاری کرتی رہی ہوں۔ کہ احتیاج یا کسی سے تیرے حسن میں فرق نہ آئے۔ کم از کم اتنا تو تم بھی تسلیم کروگی کہ جہاں تک میرے بس میں تھا میں نے تمہیں سخت مشقت سے بچائے رکھا ہے"۔

جوان عورت بڑھیا کے ان لفظوں سے ذرا نرم ہوگئی۔ اور کہنے لگی "خیر جو کچھ بھی ہوا۔ اب زمانہ ماضی کا ذکر بے سود ہے۔ ہم بہر حال انگلستان میں پہنچ چکی ہیں اور جیسا تم بیان کرتی ہو۔ لندن سے زیادہ فاصلہ پر نہیں ہیں۔ ہمیں لازم ہے کہ ایک دوسری کی ہمت افزائی کرتی ہوئی اس عظیم الشان شہر میں پہنچیں۔ جہاں ہم اپنے چیتھڑوں کو ریشمی اور مخملی لباس سے بدل سکتی ہیں۔ اور جہاں پر ہمیں نقدی بھی کافی میسر آسکتی ہے"۔

جوان عورت کے لفظوں سے بڑھیا کی طبیعت میں جوش سا پیدا ہو گیا۔ اور وہ کہنے لگی " پرڈویٹا تم دیکھو گی۔ میں نے جو وعدہ تم سے کیا تھا۔ وہ غلط نہیں۔ اس عظیم الشان شہر سے رخصت ہوئے مجھے قریباً انیس سال گذر گئے۔ اور اگر اس عرصہ میں لوگوں کے مزاج میں کوئی غیر معمولی تبدیلی نہ پیدا ہو گئی ہو۔ تو میں کہہ سکتی ہوں۔ کہ ایک تجربہ کار عورت اور ایک حسین اور جوان لڑکی ملکر یہاں عظیم دولت آپ ہی فراہم کر سکتی ہیں"

" اور اماں وہ تجربہ کار عورت تم ہو" پرڈویٹا نے اس نیت سے کہا کہ اس کی ماں اس کے حسن کی تعریف کرے۔ کیونکہ امر واقعہ یہ ہے کہ اس جوان عورت کی بہت سی کمزوریوں میں سے ایک خود پسندی بھی تھی۔

" بے شک اور ایک حسین اور جوان لڑکی تم ہو۔ جیسا کہ تم اچھی طرح جانتی ہو" بوڑھی عورت نے کہا " اور چونکہ ہم دونوں کی ذات میں دولت فراہم کرنے کے سارے لوازم مہیا ہیں۔ اس لئے یہ غیر ممکن ہے۔ کہ ہمیں اپنے مدعا میں کامیابی حاصل نہ ہو۔ یہی وجہ تھی۔ کہ میں نے تمہیں نیو سوتھ ویلز کے آبادکاروں سے شادی کرنے سے روکا تھا۔ کیونکہ میں خوب جانتی ہوں کہ لنڈن جیسے شہر میں تمہارے حسن کا مول ہزاروں پونڈ اٹھ سکتا ہے۔ اور اس خوفناک نو آبادی میں زیادہ سے زیادہ صرف گذارہ کی صورت پیدا ہو سکتی تھی۔ اس کے علاوہ اس حقیقت سے تم اور میں دونوں اچھی طرح واقف ہیں۔ کہ ایسے خیالات۔ ایسے جذبات۔ اتنا تکبر۔ ایسی بلند خواہشات اور اس قسم کا حسن رکھنے والی عورت کے لئے جو تمہارے حصہ میں آیا ہے۔ محض گذارہ سراسر ناکافی چیز ہے۔ تمہیں ناز و نعم کی ضرورت ہے۔ جس سے آجتک تمہیں بہرہ ور ہونے کا موقعہ نہیں ملا۔ تمہارے لئے نہایت شاندار کپڑے ہونے چاہئیں۔ اگرچہ آجتک تم ان سے محروم رہی ہو۔ تمہارے لئے شاندار گاڑی کی ضرورت ہے۔ اگرچہ میں جانتی ہوں۔ تمہیں آجتک سواری نہیں ملی۔ یہی چیزیں وجوہ تھیں۔ جن کے لئے میں تمہیں انگلستان میں لائی۔ یہی باعث تھا۔ کہ میں نے تمہیں نو آبادی میں شادی کرنے

سے روکا۔ یہی مدعا تھا۔ جس کی خاطر میں نہیں چاہتی تھی۔ کہ تمہارا کسی شخص سے دائمی تعلق پیدا ہو۔"

پرڈیشا کہنے لگی: "اماں میں ان باتوں کو خوب جانتی ہوں۔" پھر وہ ایک ایسے لہجہ میں جس میں حقوت اور طنز کا عجیب بھاری اشتراک تھا۔ بولی: "مختصر یہ ہے کہ تم نے سمجھا۔ میرے حسن کے ذریعہ ار نوسوتھ ویلز کی بجائے انگلستان میں بہتر رل سکیں گے۔ اور انگلستان کے صدر مقام کے جو حالات تم مجھے وقتاً فوقتاً بتاتی رہی ہو۔ ان کی بنا پر میں خود محسوس کرتی ہوں۔ کہ تم نے جو کچھ کیا وہ نادرست نہیں۔ لیکن میں پوچھتی ہوں۔ بالفرض میں نے لندن میں پہنچکر کسی امیر کبیر کے ساتھ شادی کر لی۔ اس ذریعہ سے اعلےٰ ترین طبقات تک پہنچ گئی۔ اور خلقت میری پرستار بن گئی۔ تو کیا اس وقت ہمیں اس بات کا اندیشہ نہ ہو گا۔ کہ ان پیشوں کا کوئی افسر ہمیں نہ مل جائے۔ جو سڈنی یا انہی چلے میں مقیم تھیں۔ اور جو میعاد ختم ہونے پر انگلستان کو واپس آتی رہتی ہیں . . ."

عمر رسیدہ عورت بے صبری سے قطع کلام کر کے کہنے لگی: "معلوم ہوتا ہے۔ تم نے آجتک میرا مدعا نہیں سمجھا۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ تم میرا اور میں تمہارا منشا سمجھنے سے قاصر رہی ہوں۔ میں کہتی ہوں۔ لندن پہنچ کر تمہارے شادی کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں تو یہ چاہتی ہوں۔ کہ تم کسی امیر اور اعلےٰ خاندان کے سادہ لوح نوجوان یا کسی عمر رسیدہ بیوقوف عیاش کو اپنے دام میں پھنسا لو۔ کیونکہ جو فائدہ ایک داشتہ کی حیثیت میں حاصل کیا جا سکتا ہے۔ وہ شادی شدہ بیوی کی حیثیت میں حاصل ہونا غیر ممکن ہے۔ اس لئے پرڈیشا میری نصیحت ہمیشہ یاد رکھنا شادی کا خیال ہرگز دل میں نہ لانا۔ آزادی میں بڑا لطف ہے کیونکہ اس میں جس وقت تم ایک چاہنے والے کی دولت لٹا چکو۔ تو بڑی آسانی کے ساتھ دوسرے کو اپنے قابو میں لے سکتی ہو۔ یہ میری سب سے پہلی اور آخری نصیحت ہے۔ بتاؤ تم میرا مطلب سمجھتی ہو یا نہیں؟"

"خوب اچھی طرح" جوان لڑکی نے جواب دیا۔ اور اس کے بعد ان آمادہ خیالات کے زیرِ اثر جن کا ہجوم اُس کے دماغ میں پیدا ہوا۔ وہ کہنے لگی "جو ہاں میں تمہارا مطلب خوب اچھی طرح سمجھ گئی۔ اور میں تسلیم کرتی ہوں۔ کہ تمہارے خیالات بالکل میرے حسب منشا ہیں۔ میں خود نہیں چاہتی کہ ایک کی ہو کر رہوں۔ کیونکہ اس میں بھاری پابندی ہے۔ محبت ایک ایسا جذبہ ہے جو مجھ پر کبھی ویسی قدرت حاصل نہیں کر سکتا جیسی وہ بسا اوقات کمزور اور سادہ مزاج عورتوں پر کر لیتا ہے"

بڑھیا کہنے لگی "خیر تم غرور بھی نہ کرو۔ کیونکہ سینٹ نی اور باتھنی سنلے میں تم اپنے جوش شباب کو قابو میں نہیں رکھ سکی تھیں یہ تمہیں شاید اس کا علم ہو یا نہ ہو۔ میں تمہاری پورے طور سے نگرانی کرتی رہی ہوں"

جوان لڑکی شاہانہ انداز سے تحکمانہ لہجہ میں بولی "آہاں تم اس اخلاقی بیت کو دور رکھو۔ مجھے ایسی تلقین کی ضرورت نہیں۔ اگر تم بجائے خود پاکباز ہوتیں۔ تو میرا وجود ہی ظہور میں نہ آتا۔ اور نہ تمہیں اٹھارہ انیس سال کا طویل عرصہ ایک تعزیری نوآبادی میں بسر کرنا پڑتا۔ اور پھر وہ نوآبادی بھی کیسی جہاں کسی حسین لڑکی کو کتنی ہی حفاظت میں رکھا جائے۔ اس کا آوارہ ہو جانا یقینی ہے۔ پس ان تمام باتوں کو جانتے ہوئے اس میں حیرت کی کیا بات ہے کہ میں تیرہ سال کی عمر میں ہی منزل عصمت سے گر گئی۔ اور اس کے بعد اس وقت تک کہ تمہارا معافی نامہ صادر ہوا۔ اور ہم انگلستان کو روانہ ہوئے۔ اگر میں بلا تامل جذبات نفسانی کا شکار ہوتی رہی۔ تو اسے ایک معمولی بات سمجھنا چاہیئے۔ ایک طرف میں نے تمہاری ہدایات پر عمل کر کے نہ کسی شخص کی درخواست شادی منظور کی اور نہ کسی ایک کے پاس زیادہ عرصہ ٹھیرنا گوارا کیا۔ مگر دوسری طرف مجھے وہاں کے نہایت شوقین اور بانکے افسروں کے ساتھ کھلے طور پر میل جول رکھنے میں بھی کبھی تامل نہیں ہوا۔۔۔"

"بس! بس!" عمر رسیدہ عورت نے گھبرا کر کہا۔ کیونکہ اگرچہ وہ

خود کچھ کم بری نہ تھی تاہم جس وقت اس نے اپنی بیٹی کی زبانی اس بے حیائی کے ساتھ گناہوں کا ذکر سنا ... اگرچہ بے حیائی کی یہ داستان یا اُس متعلقہ حالات پہلے بھی اُس سے پوشیدہ نہ تھے۔ تو اس کے بدن پر سرد پسینہ نمودار ہو گیا۔ پھر وہ گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے کہنے لگی "پرڈیٹا مجھے اس پہاڑی پر چڑھنے میں سہارا دو۔ خدا جانتا ہے میں تکان سے گری جاتی ہوں واہ کیسی نیک لڑکی ہو۔ پرڈیٹا ایک زمانہ تھا۔ کہ میں بھی تمہاری طرح جوان خوبصورت اور اپنے اندر ہر قسم کے انداز و لطف رکھتی تھی۔ جہاں تک صورت اور طرز معاشرت کا تعلق تھا۔ میں پورے طور پر خاتون تھی۔ مگر اب ... افسوس میری حالت کس قدر بدل چکی ہے۔ اس پوپلے منہ میں کبھی تمہاری طرح موتیوں کے ایسے سفید دانت ہوا کرتے تھے۔ میرا سینہ بھی تمہاری طرح خوشنما تھا۔ میرا بدن بھی تمہاری طرح سڈول تھا۔ میرے پاؤں اور ٹخنے ایسے ہی نازک اور میرے خرام میں ویسی ہی دلکشی موجود تھی۔ جس پر تمہیں ناز ہے۔ افسوس! افسوس! پرڈیٹا وہ زمانہ خواب کی طرح نظر آتا ہے ..."

جوان لڑکی نے پوچھا "اماں کیا تمہیں دوبارہ لندن پہنچکر خوشی حاصل نہ ہو گی؟"

بڑھیا کہنے لگی "کیوں نہیں۔ اس لئے کہ دنیا میں یہی ایک ایسا شہر ہے۔ جہاں ہم جیسے مفلس۔ قلاش جن کے پاس کوئی سر و سامان نہ ہو کامیابی حاصل کرنے کی امید رکھ سکتے ہیں۔ پرڈیٹا تمہیں معلوم نہیں۔ لندن کس قسم کا شہر ہے یوں سمجھو وہ ایک بھٹی ہے جس میں لاکھوں قسم کے جذبات۔ خیالات اور اغراض آمیز ہو رہے ہیں ... ہاں وہ اس طرح اُبلتے ہیں۔ جیسے کسی آہنی بھٹی میں لوہا پگھل رہا ہو۔ وہ ایک ایسا شہر ہے جسے عیش و عشرت۔ جرم و سازش۔ تفریح اور ناقابل بیان راحت کا مرکز سمجھنا چاہیئے"

"آہ! میرے دل میں ایسے ہی خوشنما شہر کی آرزو تھی" پرڈیٹا دلی شوق کے ساتھ کہنے لگی "یہ ایک ایسا مقام ہے۔ جو ہر لحاظ سے میری مرضی کے مطابق ثابت ہو گا"

اُس کی ماں بولی "یہ درست ہے۔ اور میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ اگر تم نے میری مرضی پر عمل کیا۔ تو بہت جلد وہ تمام راحتیں حاصل کرسکو گی۔ جنہیں لندن پیش کرسکتا ہے... مگر ہائے میں تکان کی وجہ سے گری جاتی ہوں۔ بھوک اور پیاس سے میرا دم نکل رہا ہے۔ پرڈیٹا کیا مصیبت ہے۔ کہ ہمارے پاس ایک پینی بھی نہیں جس سے روٹی کے چند لقمے کھا سکیں"

پرڈیٹا کہنے لگی "اماں گھبراؤ نہیں۔ سامنے مجھے تیز روشنی نظر آتی ہے... وہ دیکھو اس درختوں کے جھنڈ میں۔ کیا ہم اسی طرف کو چلیں؟ شاید یہ کسی دہقان کی جھونپڑی ہو۔ اور وہ ہم پر رحم کرکے کچھ کھانے کو دے..."

"نہیں۔ یہ دہقان کی جھونپڑی نہیں بلکہ جپسیوں کا ڈیرہ ہے۔ اس کی پہچان گاڑی اور خیمہ سے بآسانی ہوسکتی ہے" بڑھیا نے کہا "یہ بہمہ حال جپسی لوگ بڑے فیاض اور نیک دل ہوتے ہیں۔ امید نہیں کہ وہ ایک روٹی اور ایک پیالہ پانی سے انکار کریں"

اس پر یہ دونوں اس روشنی کی طرف چلنے لگیں جس پر سب سے اول پرڈیٹا کی نظر پڑی تھی۔ اور جو بعد ازاں بڑھیا کی پیش بینی کے مطابق جپسیوں کا ڈیرہ ہی ثابت ہوا۔ جب یہ دونوں اس کے قریب پہنچیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ ایک عورت جلتی ہوئی لکڑیوں کے اوپر جھکی بیٹھی ہے۔ حالانکہ موسم غیر معمولی طور پر گرم تھا۔ بظاہر وہ اس کیتلی کو اُبلتے دیکھ رہی تھی جس میں کچھ پک رہا تھا۔ اور جسے جپسیوں کے طریق پر تین لکڑیوں کے ساتھ باندھ کر آگ کے اوپر لٹکایا ہوا تھا۔ جب ماں بیٹی قریب تر پہنچیں تو آگ کی روشنی میں انہیں اس عورت کا چہرہ زیادہ صفائی سے نظر آنے لگا۔ اور اب انہوں نے دیکھا کہ یہ ایک بہت سن رسیدہ عورت ہے۔ جو کبر سنی کی وجہ سے بالکل خم کھا چکی ہے اگرچہ اس کی صورت ویسی مکروہ نہیں۔ جیسی عام طور پر سن رسیدہ جپسی عورتوں میں دیکھی جاتی ہے۔ بظاہر وہ ڈیرہ میں بالکل تنہا تھی۔ اور اگرچہ پہلے ان دونوں ماں بیٹی نے یہ خیال کیا تھا۔ کہ وہ کیتلی کو پکتے دیکھ رہی ہے۔ تاہم اب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا وہ کسی گہری فکر میں ہے۔

پرڈیٹا اس سے مخاطب ہوکر کہنے لگی "نیک دل خاتون ہم بھوک اور تکان سے جان بلب ہیں۔ خدا کے لئے ہمیں کچھ کھانے کو دو۔"

جپسی عورت نے پرڈیٹا کی ماں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا "آہ! یہ تو میرے برابر کوئی سن رسیدہ عورت ہے۔ آؤ بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں خوش آمدید کہتی ہوں۔ میں اس وقت یہاں اکیلی ہی ہوں۔ کیونکہ باقی آدمی یہاں تھوڑے فاصلہ پر کام کے لئے گئے ہیں۔ جس کا بہرحال تم سے کوئی تعلق نہیں۔" پھر وہ پرڈیٹا سے مخاطب ہوکر کہنے لگی "جوان لڑکی تم جوان اور مضبوط ہو جیسی میں کسی زمانہ میں ہوا کرتی تھی۔ تم جاکر گاڑی سے کھڑی کے برتن اور چمچے لے آؤ۔ اور جو کچھ پک رہا ہے۔ اس میں حصہ لو۔ اس میں تمہارے اور میرے آدمیوں کے لئے کافی مقدار ہے۔"

عمر رسیدہ جپسی عورت کے الفاظ اگرچہ ہم نے مسلسل صورت میں پیش کئے ہیں۔ تاہم اس کی گفتگو ایسی بے جوڑ تھی کہ ان دونوں کو خیال آیا۔ وہ اس عمر میں ہے جب انسان کے حواس جواب دے جاتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود پرڈیٹا کو جپسی عورت نے جو کچھ کہا تھا۔ اس کی تعمیل پر آمادہ ہو گئی۔ چنانچہ وہ گاڑی سے برتن لے آئی۔ اور اس نے اور اس کی ماں نے کیتلی سے پکتا ہوا گوشت نکال کر آئے۔ دلی رغبت سے کھانا شروع کیا۔

جبکہ دونوں ماں بیٹی اس طرح کھانے میں مصروف تھیں۔ بوڑھی جپسی عورت اپنی جگہ پر بیٹھی ہی رہتی۔ اور بلند آواز سے کچھ کہتی رہی۔ پہلے تو وہ ان دونوں سے مخاطب ہوکر کچھ کہتی تھی۔ اس کے بعد بظاہر ان کی موجودگی کو فراموش کر کے وہ اپنے ہی خیالات میں محو ہو گئی۔ اور ان خیالات کو کسی قدر بلند آواز سے ظاہر کرنے لگی۔ اس کے کلمات بے جوڑ تھے۔ لیکن ان کا مفہوم کم و بیش یہ تھا "ایک عمر رسیدہ اور ایک جوان عورت!۔۔۔ میرے خیال میں تم دونوں ماں بیٹی ہو۔۔۔ میری دلی خواہش ہے۔ میری بھی ایک ایسی ہی خوبصورت بیٹی ہوتی۔ اگرچہ میں یہ نہیں چاہتی کہ وہ تمہاری طرح بے تکلف بھی ہوتی۔ تم خوبصورت تو ہو مگر میں کہہ سکتی ہوں۔ کہ اتنی نیک نہیں ہو جس قدر تم میں خوبصورتی ہے

آؤ! میں دیکھتی ہوں۔ تمہارے رخسار سرخ ہو گئے ہیں۔ مگر دیکھو میری بات سے ناراض نہ ہو۔ تم دونوں میری مہمان ہو۔ اور میں نہیں چاہتی۔ مہمانوں کے ساتھ بدسلوکی کروں۔ بہرحال میری یہ دلی خواہش ہے کہ میری بھی تمہارے جیسی ایک خوبصورت بیٹی ہوتی۔ جسے میں اس بڑھاپے میں اپنا آسرا سمجھتی۔ میرے رشتہ دار اب مجھ سے تغافل کا برتاؤ کرتے ہیں۔ وہ گھنٹوں میری خبر نہیں لیتے۔ بعد ایسے موقعوں پر مجھے سوائے اپنے خیالات میں محو رہنے کے اور کوئی کام نہیں ہوتا۔ بعض اوقات میرے یہ خیالات عجیب غریب صورت اختیار کر لیتے ہیں . . . اچھا میں ٹھیک کہتی تھی جس وقت تم آئی ہو۔ تو میں کیا سوچ رہی تھی۔ ہاں مجھے یاد آگیا۔ قریباً پچاس سال گذرے۔ نہیں پچاس نہیں اونچاس ہوں گے۔ کہ میں ایک لڑکے کی پرورش کیا کرتی تھی۔ جو ارل آف اینگھم سے آکٹیویا مینرز کا بیٹا تھا۔ میری مراد موجودہ ارل سے نہیں۔ بلکہ اُس کے والد یعنی متوفی ارل سے ہے۔ اُس بچّے کے دائیں بازو پر کندھے کے قریب ایک خاص نشان تھا۔ اس کے بعد مجھے آکٹیویا کے مر جانے پر اس کے سوتیلے بھائی تھیوبونز نے جو ایک بڑا خوفناک اور بے رحم شخص تھا۔ وہاں سے نکال دیا۔ مگر وہ بچّہ بعد ازاں ایجیشیا کی معرفت میرے ہاتھوں تک پہنچا۔ مجھے اس بچہ سے بہت محبت تھی۔ اور میں اُسے اپنا بیٹا بنانا چاہتی تھی۔ سات سال تک میں نے اسے اپنے پاس رکھا۔ اس کی تصویر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے پھرتی ہے۔ پھر بدبختوں نے اُسے مجھ سے چھڑا کر کہیں بھیجدیا۔ اُنہوں نے اس کو ونچسٹر میں عدم پتہ کر دیا۔ اور عمداً مجھ سے علیحدہ کر کے لے گئے۔ مجھے وہ بھورے بالوں والا بچہ نہایت عزیز تھا۔ اور مجھے اُس کی جدائی کا سخت رنج پہنچا۔ مجھ سے اُنہوں نے یہ بہانہ کیا۔ کہ وہ مر چکا ہے اور میں اُس کے لئے ماتم کرنے لگی۔ اسی طرح سالہا سال گذر گئے۔ مجھے یاد نہیں کتنے سال کا عرصہ گذرا۔ میں گن نہیں سکتی۔ مگر شاید بیس اکیس سال کا عرصہ گذرا ہوگا۔ کہ وہی بھورے بالوں والا بچہ پھر مجھ سے ملا۔ اس وقت وہ بچہ نہیں بلکہ تنومند بے باک اور خوش مزاج جوان تھا۔ اگرچہ مجھے یہ یاد کر کے سخت افسوس ہوتا ہے۔ کہ وہ رہزن بن چکا تھا۔"

بوڑھی جپسی عورت کے ان الفاظ کو دونوں ماں بیٹی بڑے غور اور دلچسپی کے ساتھ سنتی رہی تھیں۔ اگرچہ جو کچھ اس نے کہا۔ وہ بظاہر کسی پرانی داستان کا حصہ تھا۔ معلوم ہوتا تھا وہ بڑھاپے میں ان قدیم واقعات کو یاد کر کے اپنی طبیعت کو بہلا رہی ہے۔ یوں تو دونوں ماں بیٹی ان فقرات کو سُن رہی تھیں۔ لیکن ان میں سے پرڈیگی کی ماں ان کو خاص ہی دلچسپی سے سنتی تھی بظاہر یہ الفاظ ایسے مضمون کا حصہ تھے۔ جس کے متعلق وہ سمجھتی تھی۔ کہ اُس سے مناسب وقت پر خوب فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اتنے میں پھر وہ جپسی عورت پھر کچھ کہنے لگی۔ اپنے دل سے مخاطب ہو کر وہ بولی یہ ماں ہماری ملاقات جپسی شاہ میں ہوئی تھی۔ اس کی اصلیت مجھ پر محض اتفاقیہ طور پر ظاہر ہو گئی۔ اُس کے بازو پر جو نشان بنا ہوا تھا اس سے ثابت ہو گیا۔ کہ وہی ہے۔ اُس وقت میں نے اُسے اس کی پیدائش کی داستان سنائی۔ اور وہ کہنے لگا۔ میرا ارادہ ہے۔ کہ لندن جا کر اولڈ فیلڈ یعنی اپنے حقیقی بھائی سے وہ دولت واپس لوں۔ جو اس نے فریب سے چھین لی تھی۔ افسوس بدنصیب شام رین تمہارا لندن میں جانا مہلک ثابت ہوا۔ تمہیں گرفتار کر لیا گیا۔ تم پر مقدمہ چلا۔ پھانسی کی سزا ہو گئی۔ اور تمہیں ہارس مونگیر لین کے جیلخانہ کی چھت پر پھانسی پر لٹکایا گیا۔ میں نے خود تمہیں پھانسی کی رسی سے لٹکتے دیکھا تھا۔ کیونکہ میں بھی ہجوم میں موجود تھی اگرچہ میں نہیں کہہ سکتی۔ کونسی کشش مجھے وہاں لے گئی تھی۔ اُس وقت مجھے سخت رنج اور انتہا درجہ کی ذہنی تکلیف ہوئی۔ لیکن اس تکلیف میں خوشی یا اطمینان کی ایک ہلکی سی جھلک پیدا ہو گئی۔ کہ میرے بہادر شام رین سب تم نہایت دلیری کے ساتھ جان دی"۔ پھر بوڑھی جپسی عورت زیادہ زور دار لفظوں میں کہنے لگی۔ "تم مر گئے ... مگر نہیں میرا خیال ہے تم مرے نہیں۔ اُس وقت تو ہجوم کی طرح میرا خیال بھی یہ تھا کہ تمہاری زندگی کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اور سالہا سال یعنی تریباً انیس سال میرے دل میں یہی خیال قائم رہا۔ اس عرصہ میں ہمیشہ تمہاری یاد آئی۔ مجھے تم اپنی طفلی کی صورت میں ہی یعنی

اُس شکل میں جب تمہارے سر پر ملائم بھورے بال ہوا کرتے تھے۔ اور تم نے ابھی رین فورڈ کا نام اختیار نہیں کیا تھا۔ نظر آتے رہے۔ بے شک میں تمہیں یاد کر کے روتی رہی ہوں۔ ۔ ۔ مگر کیا یہ خواب تھا! کیا بڑھاپے میں میرے دماغ کا فتور تھا۔ کہ دس دن گذرے ہیں میں نے لندن میں تمہیں پوری صحت اور زندگی اور مالدار دیکھا۔ ۔ ۔ مجھے یاد آگیا۔ بے شک یہ خواب نہیں تھا۔ اور اگرچہ تم نے صورت بدلی ہوئی تھی۔ لیکن میں نے تمہیں فوراً پہچان لیا۔ ٹام رین تمہاری صورت میرے دل میں اس قدر نقش شدہ ہے۔ کہ اگرچہ تم نے اپنے بالوں کی رنگت سیاہ کر لی ہے۔ ۔ ۔ اگرچہ تمہاری پوشش بھی سابق کی نسبت مختلف تھی۔ تاہم یہ باتیں میرے لئے مغالطہ پیدا نہیں کر سکیں۔ میں نے تمہیں اپنے سوتیلے بھائی ارل آف امبلگھم کے ساتھ ایک گاڑی میں سوار دیکھا۔ اس وقت تمہارے ساتھ ایک شکیل اور کم سن نوجوان بھی تھا جس کی صورت میں خاص کشش تھی۔ ۔ ۔ "

اس عرصہ میں پرڈیشا اور اس کی ماں کھانے سے فارغ ہو چکی تھیں۔ اور وہ دونوں دونوں چڑیل جیسی عورت کی باتوں کو پوری توجہ سے سُن رہی تھیں۔

سلسلہ کلام جاری رکھ کر بوڑھی چڑیل جیسی عورت نے آگے پیچھے کو ہلتے ہوئے کہا۔ "بے شک وہ نوجوان اتنا شکیل تھا۔ کہ کسی جوان عورت کا اس پر مفتون ہو جانا قدرتی امر ہے۔ اس وقت میں نے تحقیقات کی تو معلوم ہوا۔ کہ میرے ٹام رین نے اب مسٹر ہیٹ فیلڈ کا لقب اختیار کر لیا ہے۔ اور یہ نوجوان اس کا بھانجا ہے۔ بے شک یہ شخص ٹام رین ہی تھا۔ مگر سوال یہ ہے وہ زندہ کیونکر ہوا؟ کس ذریعہ سے اُسے دوبارہ زندگی حاصل ہوئی؟ کون اُسے قبر سے نکال کر لے آیا؟ نہیں نہیں۔ یقیناً میرے حواس جواب نہیں دیتے جا رہے ہیں۔ اور میں اتنی بے وقوف نہیں ہوں۔ جیسا میرے متعلقین خیال کرتے ہیں۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں۔ کہ یہ وہی تھا۔ اگرچہ اس کے ساتھ ہی یہ کتنا غیر ممکن ہے کہ اُسے مرنے کے بعد زندہ کیونکر کیا گیا؟ اس کے علاوہ مجھے معلوم ہوا۔ کہ اُس کی شادی لیڈی جارجیانہ ہیٹ فیلڈ کے ساتھ

ہو چکی ہے۔ اور اس نے اُسی کا خاندانی نام اختیار کر لیا ہے۔ اب وہ خانہ بہ حال مال میں ارل آف ایڈنگم کے محل میں اکٹھے رہتے ہیں میں چاہتی تھی۔ کہ واپ جا کر ٹام رین۔ ۔ ۔ مسٹر ہیٹ فیلڈ سے ملوں۔ اور اُس سے کہہ دوں کہ میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ میں اسے یہ بتانا چاہتی تھی۔ کہ میں وہی میرانڈہ ہوں۔ جس سے بچپن میں تم محبت کیا کرتے تھے۔ لیکن میرے متعلقین میری باتوں پر ہنسی اُڑانے لگے۔ انہوں نے کہا۔ تمہارے حواس جواب دیتے جا رہے ہیں۔ اور تم خواب دیکھ رہی ہو۔ ۔ ۔ لیکن نہیں میرے حواس بدستور قائم ہیں۔ اور میری بینائی اتنی تیز ہے کہ میں نے باوجود رنگے ہوئے بالوں اور بدلی ہوئی صورت کے ٹام رین کو پہچان لیا۔ میرے آدمی زبردستی مجھے وہاں سے لے آئے۔ مگر کیا ہوا۔ وہ میرے دل سے تو ٹام رین کے خیال کو دور نہیں کر سکے۔"

اتنا کہہ کر بجھیسی عورت خاموش ہو گئی۔ اور اب یکایک اُسے محسوس ہوا۔ کہ میں یہاں تنہا نہیں ہوں۔ مگر اس بات کا خیال نہ کر کے کہ میں اس وقت اپنے خیالات کا اظہار بلند الفاظ میں کر رہی ہوں۔ اور دونوں مہمان عورتوں نے میری ساری باتیں سن لی ہیں۔ وہ اُن کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور بعض الفاظ جو بالکل ہی غیر متعلق تھے۔ اُن سے مخاطب ہو کر کہے۔ یہ معلوم کرنا مشکل نہ تھا۔ کہ بوڑھی عورت ایک حد تک مخبوط الحواس تھی۔ اگرچہ وہ اپنے دل کو یہ کہہ کر خوش کر رہی تھی۔ کہ میں بڑی تیز فہم ہوں۔ پر ڈیٹا کی ماں نے بہت سی اہم باتیں ان لفظوں سے جن کا اظہار بجھیسی عورت نے کیا معلوم کر لی تھیں۔

ان ماں بیٹی سے مخاطب ہو کر میرانڈہ نے۔ ۔ ۔ کیونکہ بجھیسی عورت کا نام یہی تھا۔ سوال کیا۔ "کیا تم کہیں دور سے آ رہی ہو؟"

پرڈیٹا کی ماں نے جواب دیا۔ "ہاں ہم نے کئی میل کا سفر طے کیا ہے مگر اب تمہاری عنایت سے تازہ دم ہو کر ہم جلدی ہی لنڈن میں پہنچ جائیں گے۔"

مہراشدہ کہنے لگی وہ کیا تم اپنی اس حسین بیٹی کو اس بڑے شہر میں لئے جا رہی ہو جس سے ہم جپسیوں کو دلی نفرت ہے اور جس میں ہم سوائے اشد ضرورت کے کبھی نہیں جاتے۔ کیوں لڑکی تمہارا نام کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا" پرڈیٹا"

بڈھی عورت نے کہا" پرڈیٹا! یہ عجیب نام ہے۔ ہم جپسیوں کے نام بھی عجیب وغریب ہوتے ہیں۔ مگر ایسا نام کبھی میرے سننے میں نہیں آیا بھلا اس کے معنی کیا ہیں؟"

پرڈیٹا کی ماں بے صبری سے کہنے لگی" کیا یہ ضروری ہے کہ ہر ایک نام کے کچھ معنی ہوں؟" پھر وہ اپنی بیٹی سے مخاطب ہو کر بولی" آؤ لڑکی ہم اس نیک عورت کا شکریہ ادا کر کے یہاں سے رخصت ہوں"

بڈھی عورت اب پھر آگ کے قریب بیٹھی ہل رہی تھی۔ اور معلوم ہوتا تھا۔ دوبارہ کسی گہری سوچ میں پڑ گئی ہے۔ اس مرتبہ اس نے بلند آواز سے کوئی لفظ زبان سے نہیں کہا۔ بلکہ وہ اپنے خیالات میں اس قدر محو رہی۔ کہ اس نے نہ تو شکریہ کے الفاظ سنے۔ جو ماں بیٹی نے کہے تھے۔ اور نہ اسے یہی معلوم ہوا کہ وہ کب رخصت ہوگئیں

سلسلہ ثانی کی تیرہویں جلد ختم ہوئی

ولیم لیکیو کے بے نظیر پراسرار ناول "ہشت اپ" کا ترجمہ

منزل مقصود

از منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری

پراس مصنف کا بہترین ناول ہے جسے پڑھکر ولایت کے اخبار بھی عش عش کر گئے

ذرا ان کی رائیں ملاحظہ کیجئے جو اسی ناول سے تعلق رکھتی ہیں

ڈیلی ایکسپریس اتنا حیرت خیز کہ شروع سے آخر تک منہ کھلا رہ گیا۔

ایوننگ ٹائمز اسرار عجائبات اور لرزہ خیز واقعات کا مجموعہ۔۔۔ یہ ناول بہترین تصنیف ہے

سنگاپور یہ ہے ایک اور پراسرار فسانہ جس سے مصنف کی حیرت خیز قوت اختراعی کا ثبوت ملتا ہے۔

ڈیلی کرانیکل۔ نیوکیسل، اتنا دلچسپ جتنا کوئی ناول ہو سکتا ہے۔

سنڈے ٹائمز مسٹر لیکیو صیغہ جرم میں معلومات کے قاموس ہیں۔ یہ ناول ان کی تحریر کا استادانہ نمونہ سمجھا جائے گا۔

ان مبصروں کی رائے کے بعد یہ کتاب ہمارے ہاتھوں کسی مزید تعریف کی محتاج نہیں۔

آپ اسے سراغرسانی کے عام ناولوں کی داستان یا حسن و عشق کی سرگذشت نہ خیال کریں۔ یہ اپنی طرز کی پہلی کتاب ہے جس کی نظیر پیشتر کبھی آپ نے اردو میں نہیں دیکھی۔

عاشق و معشوق کے درمیان لمحہ فاصل ہے۔ دیکھئے کس طرح وہ ایک دوسرے کو چاہتے ہوئے آپس میں نہیں مل سکتے۔

پراسرار ناولوں میں لاجواب خوفناک جرائم کی تاریخ میں بے نظیر

ولایت کے رسالہ سپیکٹیٹر نے اس کے مصنف کو پراسرار داستانوں کا بادشاہ مانا

۲۵۰ صفحات سے زیادہ ہیں مکمل قیمت ۱۲ علاوہ خرچ ڈاک

ساڑھے سات روپیہ سالانہ چندہ ادا کر کے ہماری کتابوں کو نصف قیمت پر خرید سکتے ہیں

لالی برادرس پارسنز روڈ نولکھا لاہور

رینالڈس کے مشہور ناولوں کے ترجمے

نام کتاب	نام ترجمہ	نام مترجم	صفحات	قیمت
مسٹریز آف لنڈن (سلسلہ اول)	فسانۂ لنڈن (۷ حصے)	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۲۲۴۸	۵ پیر
" (سلسلہ ثانی)	" (۷ حصے)	"	۲۶۶۴	۵ ہے ۱۲ر
پیری سائیڈ	باپ کا قتل (۶ حصے)	منشی شمیم الدین صاحب لاہوری	۵۲۵	للعہ ر
سیمسٹرس	سوزن عشق	پنڈت بشمبر ناتھ صاحب سپرد	۵۱۹۰	سے ر
پوپ جان	طلسمات	منشی خلیل الرحمن صاحب	۲۶۸	عہ ۱۲ر
فاسٹ	فریب حسن	خواجہ اکبر حسین صاحب	۵۵۰	للعہ ر
مے ڈلٹن	شکستہ دل	مسٹر پی ایم کمار	۱۳۶	۱۲ر
لیلی باشارآف منگریلیا	فسانۂ الدین ولیلی	منشی محمد امیر حسن صاحب	۹۲۶	عہ ر
سیمسٹرس سیچ	لعبت فرنگ	منشی رام نرائن صاحب	۴۲۴	عہ ر
مارگریٹ	مارگریٹ	منشی گرجا سہائے صاحب بی اے	۱۴۸	۱۲ر
عمر	عمر پاشا (۲ حصے)	منشی غلام قادر صاحب فصیح سیالکوٹی	۵۰۳	سے ر
سولجرس وائف	سپاہی کی دلہن	ڈاکٹر شمشیدت صاحب عابر	۱۴۴	۱۲ر
روز المبرٹ	روز المبرٹ (۲ حصے)	منشی جے نارائن صاحب درما اثر لکھنوی	۴۵۶	عہ ر
نیکرو میننسر	اسرار (۲ حصے)	منشی صدیق احمد صاحب	۴۶۴	سے ر
ویگنر دی وہرولف	ویگنر ولسیٹڈ	منشی محمد امیر حسن صاحب	۹۲۴	عہ ر
ماسٹر ٹموتھیز بک کیس	دھوکا یا طلسمی فانوس	منشی سجاد حسین صاحب مرحوم	۳۶۱	عہ
کینتھ	پاداش عمل (۵ حصے)	مولوی صدیق حسن صاحب	۱۱۹۰	سے ۱۲ر
میری پرائس	سرگذشت (۴ حصے)	منشی نوازش علی صاحب	۱۱۰	[illegible]
الفرڈ	شادکام	منشی امجد حسین خانصاحب مرحوم	۲۱۰	عہ ر
لوز آف دی حرم	اسرار حرم	منشی احمد دین صاحب بی اے مرحوم	۲۱۰	عہ ر
بیگ ڈچیس	شام جوانی (۲ حصے)	منشی نوبت سلسے صاحب نظر لکھنوی	۹۰۰	عہ ۱۵ر
فسٹریشن	نیرنگ	سید احمد شاہ صاحب لکھنوی	۹۵	۸ر

لال برادرس ۷ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

ویش سٹیم پریس لاہور میں باہتمام لالہ بوٹا رام لکھینا پرنٹر چھپا